ناولٹ

سورج سوا نیزے پہ چڑھ آیا تھا۔ گھر میں معمول کی چہل پہل اور گہما گہمی تھی۔ برآمدے میں اماں کا تخت بچھا تھا۔ بھاوجیں ابھی ناشتے سے فراغت کے بعد اپنے اپنے کمروں کا پھیلاوا سمیٹ رہی تھیں۔

چھوٹے بچوں کی ریں ریں جاری تھی۔ جو بچے کچھ بڑے تھے، وہ اسکول جا چکے تھے۔

کام والی ماسی نے آ کر جھاڑو اٹھائی تو زویا نے اپنے اور مہرو کے مشترکہ کمرے کا پھیلاوا سمیٹنا شروع کر دیا تھا۔

مہرو نے بے دلی سے چادر کھسکائی۔

"کیا شور مچا رکھا ہے، آرام سے سونے بھی نہیں دیتے۔"

"میں تو بولی بھی نہیں۔" وہ حیران ہوئی۔

"ہاں تو تمہارے جوتے کی ٹک ٹک ہے، کتنی بار کہا ہے اسے باہر اتار کر آیا کرو، دماغ میں ہتھوڑے کی طرح بجتی ہے۔"

"آم آ گئے ڈھائی سو کے تین کلو، ڈھائی سو کے تین کلو، میٹھے اور رسیلے آم جو ایک بار کھائے وہ بار بار آئے۔" باہر سے ریڑھی والا آواز لگا رہا تھا۔

"ایک تو اس کا ٹیپ ریکارڈر۔" دانت پیستے ہوئے بالوں کو سمیٹ کر کیچر لگایا۔

"جاؤ، ناشتہ بنا کر لاؤ۔" اگلا حکم زویا کے لیے تھا۔

"ابھی سارے برتن سمیٹ کر کچن صاف کر

digest Novels Lovers group ❤️❤️

سمیرا عثمان گل





Https://reading.caretofun.net/

کے آئی ہوں۔" وہ چادریں تہ کرنے لگی۔ مہرو نے اس کی پشت کو گھورا۔

"تم نے کیوں سمیٹا کچن، وہ مہارانیاں کیا کر رہی تھیں۔" اشارہ بھاوجوں کی سمت تھا۔

"بچے ہیں ان کے چھوٹے اور صبح صبح تو بچوں کے کام ہی ختم نہیں ہوتے۔"

"ان کے لیے بڑی ہمدردیاں امڈ رہی ہیں اور میرے لیے ایک پراٹھا بناتے ہوئے باتیں سنا رہی ہو۔" حسب معمول اس نے منہ پھلا لیا تھا۔ زویا نے چادر وہیں رکھ دی۔



Https://reading.caretofun.net/

"اچھا لاتی ہوں۔" وہ کہہ کر کچن میں چلی گئی مہرو نے وہیں بیٹھے بیٹھے دو، چار لمبی لمبی جمائیاں لیں اور سیل فون نکال کر چیک کیا۔

عماد کا میسج تھا "گڈ مارننگ۔"

"اس بندے کو بھی ناذرا رومانس جھاڑنا نہیں آتا، اماں نے بھی کس زاہد خشک کے پلے باندھ دیا شکل وصورت کا اچھا ہے مگر ذرا جو ہیرو والی صفات پر پورا اترے۔"

وہاں سے ہٹ کر سوشل میڈیا کا چکر لگایا۔

دو، چار اونگی بونگی پوسٹیں جھاڑیں، اتنے میں خستہ گرم پراٹھا، آملیٹ اور چائے آ گئی۔

"اچھا زویا! کمرہ بعد میں سمیٹنا، پہلے ذرا وہ میرا کیمل براؤن سوٹ استری کر دو اور ذرا یہ فون چارج پہ لگانا۔" وہ ایسی ہی تھی کاہل، سست، کام چور۔

کبھی تو زویا کو غصہ آتا۔ کبھی چڑ جاتی لیکن پھر کیا کرتی۔ مہرو کے بغیر اس کا گزارا بھی تو نہیں تھا۔

"کال آ رہی ہے۔" زویا نے چارج لگاتے ہوئے اطلاع دی۔

"رہنے دو، رات گیارہ بجے تک میرا دماغ کھایا ہے اس بندے نے۔" یہ خیال آرائی منگیتر کے لیے تھی۔

چند روز قبل ہی اس کی منگنی ہوئی تھی۔

دو ہی بھائی تھے۔ لڑکا باہر ٹیکسی چلاتا تھا۔ شریف، خاندانی لوگ تھے۔ اماں نے رسمی سا وقت لے کر منگنی کر دی تھی۔

پھر لڑکے نے فون پہ بات کرنے کی درخواست کی تو اماں نے کہہ دیا تھا۔

"کر لیا کرو بات، لڑکے کو قابو کر لو گی تو آگے تمہارا ہی راج ہوگا۔" اور اس نے گویا اماں کی بات پلے سے باندھ لی تھی۔

"آج کالج چلیں گے فارم سب مٹ کروانے ہیں۔" وہ موبائل چارج پہ لگا کر اس کے پاس آ بیٹھی۔

"کیا ضرورت ہے کالج میں ایڈمشن لینے کی، اوپن یونیورسٹی سے کرتے ہیں بی اے۔"

"مجھے بی ایس آنرز کرنا ہے اور یونیورسٹی سے ہی کرنا ہے تمہیں شوق ہے تو کرو۔ بی اے، میں تمہاری یہ بات کبھی نہیں مانوں گی۔" وہ اٹھ کر اماں کے پاس چلی گئی۔ دوسرا موبائل اماں کے پاس تھا اسے اپنی سہیلی سے بات کرنی تھی۔

"اماں! اس نے کیا کرنا ہے کالج جا کر۔ سارا دن لڑکیاں وہاں آوارہ گردی کرتی ہیں۔ جب گھر بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں تو فضول میں ان خواریوں میں کیوں پڑیں۔" وہ بھی اس کے پیچھے ہی چلی آئی تھی اور اب اماں کو خوب بھڑکا رہی تھی۔ زویا کو غصہ آ رہا تھا بس نہیں چل رہا تھا کہ مہرو کا کیا حشر کر ڈالے۔ وہ ہمیشہ اس کے ہر کام میں ٹانگ اڑاتی تھی۔

اسے منہ پر کوئی کریم نہیں لگانے دیتی تھی، بلیچ نہیں کرنے دیتی تھی، لپ اسٹک نہیں لگانے دیتی تھی۔ محلے میں سہیلیوں کے گھر نہیں جانے دیتی تھی اور اب اسے کالج میں ایڈمیشن لینا تھا تو یہاں بھی پھڈا ڈال کر بیٹھ گئی تھی۔

"اماں! مجھے جو مضمون پڑھنے ہیں۔ وہ گھر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتی۔"

"اور بالفرض ہو گیا تو جاؤ گی کس کے ساتھ۔"

"وین میں جاؤں گی۔"

"وین تمہیں گھر سے لینے آئے گی۔" مہرو نے طنز کیا۔

"میں وین کو اسٹاپ سے لے لوں گی۔"

"دیکھا اماں! یہ اکیلی اسٹاپ تک جایا کرے گی۔"

"زویا! مہرو ٹھیک کہہ رہی ہے بیٹا ہم نے کیا کرنا ہے اتنی پڑھائیاں کر کے گھر بیٹھ کر ہی پڑھ لو۔"

اماں نے لب کشائی کی اور زویا نے رونا دھونا شروع کر دیا۔

"آپ ہمیشہ اس کی سائیڈ لیتی آئی ہیں، وہی آپ کی بیٹی ہے میں تو جیسے کچھ لگتی ہی نہیں، بچپن سے ہی میرے ساتھ ناانصافیاں ہوتی آ رہی ہیں۔ ہمیشہ اس کی اترن، کپڑے اور جوتے پہنائی تھیں آپ مجھے۔ اب جو اس نے پڑھا ہے، وہی میں بھی پڑھوں۔" روٹھ کر اس نے کمرہ بند کر لیا تھا۔

"اے مہرو! جاؤ کروا دو اس کا کالج میں داخلہ۔" اماں کا دل بس اتنے میں ہی پسیج گیا تھا۔

خواتین ڈائجسٹ 66 جنوری 2020
Https://readingcafetofun.net/

"ہمیشہ آپ اس کی ایموشنل بلیک میلنگ میں آجاتی ہیں۔" مہر واتنی جلدی ہار ماننے والی نہیں تھی۔

خود تو اسے پڑھنے کا شوق تھا نہیں، پہلے بھی چار سال میٹرک میں لگا دیے تھے۔ ایف اے زویا کے ساتھ بیٹھ کر کر لیا۔ اب بی اے میں وہ راہیں الگ کر رہی تھی اور پھر اتنی اچھی ڈگری زویا کو کیوں ملتی بھلا۔

زویا نے اوپن یونیورسٹی کے فارم پھاڑ دیے دو چار روز وہ ہنگامہ مچا کہ الاماں۔

لیکن زویا کے مزے ہو گئے تھے۔ اماں نے اجازت دے دی تھی۔ ایک دن کی بھوک ہڑتال کے بعد اب مزے سے اماں کے ہاتھ کا کھانا کھایا تھا۔ رات دیر تک سدرہ سے فون پہ بات کی تھی۔ کانوں میں ہینڈ فری لگا کر ریڈیو سنا تھا۔

اور مہر وکو اس کی یہ ساری تپانے والی حرکتیں زہر لگ رہی تھیں۔ یہ پہلی بار تھا جب زویا نے اس سے بات نہیں کی تھی اور اگلے روز اسے خود زویا کی منتیں کرنا پڑی تھیں۔

☆☆☆

ڈرائنگ روم میں حماد آیا بیٹھا تھا۔

"چلو اٹھو ابھی۔" وہ سر پہ کھڑی تھی زویا نے کانوں میں ہینڈ زفری لگا رکھی تھی حالانکہ وہ سب سن رہی تھی۔

اماں اس وقت گھر پہ نہیں تھیں۔ بھابیاں اپنے بچوں میں مصروف تھیں اور اسے حماد کو کمپنی دینا پڑی تھی۔ ویسے بھی وہ اپنی ہونے والی بھابی سے ہی تو ملنے آیا تھا مگر اس کا مطالبہ سن کر مہر وسوچ میں پڑ گئی تھی۔ اس کا زویا کو منہ لگانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن اب.....

"اف کیسے رف سے لگ رہے ہیں ہاتھ۔" جلدی سے پہلے ہاتھوں پہ نیچ کی اور اب زویا کے روبرو کھڑی تھی۔

اور ارادہ زویا کا بھی اس کو منہ لگانے کا نہیں تھا۔

"تم مہندی لگا رہی ہو کہ نہیں۔" مہر و نے اس کے ہینڈ زفری کھینچے۔

"کیوں تمہیں آج مایوں بیٹھنا ہے۔"

"وہ حماد آیا ہے۔ منگنی تو ہوئی نہیں تھی۔ بس اس کی ماں آ کر انگوٹھی پہنا گئی۔ اب عماد کہہ رہا ہے کہ انگوٹھی پہن کر اپنے ہاتھ کی تصویر بنا کر بھیجو۔ اس لیے اٹھو اور ڈرائینگ روم میں چل کر مجھے مہندی لگاؤ ذرا ہاتھ خوب صورت تو لگنا چاہیے نا۔"

اب وہ اسے ہاتھوں سے پکڑ کر کھینچ رہی تھی گویا زویا کا انکار اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ اب اسے مہندی لگوا کر ہی دم لینا تھا تو کیوں نہ زویا بھی اپنی بات منوا لیتی۔

"ایک شرط پر۔"

"کسی کاروبار میں شراکت نہیں کرنی جو تمہاری شرطیں مانوں۔"

"تو ٹھیک ہے پھر کسی اور سے لگوالو۔" وہ ہاتھ چھڑا کر واپس بیٹھ گئی۔

"پھوٹو۔" دانت پیستے ہوئے مہر و نے گھورا۔

"پیار سے پوچھو۔" اس کا انداز محظوظانہ تھا۔

ڈرائنگ روم میں بیٹھا حماد بلاوجہ مسکرایا تھا کیونکہ ڈرائنگ روم سے ملحقہ کمرے میں ہونے والی محاذ آرائی وہ با آسانی سماعت فرما رہا تھا۔

"تیری تو۔" وہ پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے لپکی۔

"میرے ساتھ کالج چلو گی۔"

مہر و نے اسے اتنا گھورا جتنا گھور سکتی تھی۔

"اچھا یہیں لگوالو مہندی، وہاں حماد بیٹھا ہے۔" اب کے وہ آواز دبا کر بولی۔

"تو اسے کمپنی کون دے گا۔ اماں بھی گھر پہ نہیں اور بھابیوں کے بوتھے ہی سیدھے نہیں ہوتے اور وہ تمہیں کھا نہیں جائے گا، میں ہوں نا ساتھ۔" اب کی بار مہر و اسے گھسیٹنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

"یہ کیا مخل مینارے بنا رہی ہو۔" زویا نے ابھی ڈیزائن شروع ہی کیا تھا کہ وہ چلا اٹھی۔

"تو اور کیا بناؤں۔"

"ان چراغوں اور موم بتیوں کے سوا اور کچھ نہیں بنا سکتیں۔" وہ اٹھ کر ہاتھ دھونے جا چکی تھی۔ زویا کا چہرہ خفت کے مارے سرخ ہو گیا۔ اسے اس بدتمیز کو مہندی لگانی ہی نہیں چاہیے تھی۔ اس پر حماد کی پرشوق نگاہیں تھیں جو مسلسل اسے پریشان کیے جا رہی تھیں۔

Https://readingcafe.fun.net/

"میرے پاس سیل فون ہے۔آپ وہاں سے ڈیزائن گوگل کرلیں۔" کہا تو اس نے زویا سے تھا مگر مہرو نے بیچ سے ہی موبائل اچک لیا۔

"اتنی دیر سے گھنے میسنے بن کر کیوں بیٹھے تھے۔ اف دیکھو تو کتنے زبردست ڈیزائن ہیں۔" ایک ڈیزائن منتخب کر کے اس نے جونہی نشست سنبھالی زویا نے نیچی آواز میں دانت پیسے۔

"اب اگر تم ہاتھ دھو کر آئیں تو دوبارہ نہیں لگاؤں گی۔"

"بیوٹی کیم سے پک لینا۔" اب کی بار اس کا مخاطب حماد تھا۔

"میں اپنے بھائی کو یہ دھوکا کیوں دوں۔"

"اچھا تو یہ دھوکا ہے؟ چلو خوب صورت دھوکا کھانے میں کوئی حرج بھی نہیں۔" وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

حماد اب اس کے ہاتھوں کی تصویریں لے رہا تھا اور ذرا سا کمرہ اوپر کر کے بڑے محتاط انداز میں اس نے زویا کی تصویر بھی لے لی تھی۔

☆☆☆

واپس گھر آتے ہوئے وہ بے حد خوش تھا۔ اتنے دنوں کی بے قراری کو کچھ قرار آیا تھا۔ راستے میں اس نے گاڑی روکی اور نہر کے ٹھنڈے پانی میں پاؤں ڈال کر بیٹھ گیا جیب سے سیل فون نکالا۔

خوب صورت، معصوم، سادہ حسین چہرہ سامنے تھا۔

وہ اسے دیکھتا رہا اور لب خود بخود مسکراتے رہے۔

"خیال یار اتنا حسین ہے تو وصال یار کیا ہوگا۔" کسی نے اس کے کاندھے پر دھپ رسید کی تھی۔ وہ احمد تھا اس کا اکلوتا دوست۔

حماد نے بوکھلاتے ہوئے جلدی سے موبائل پاکٹ میں رکھا۔

"کون ہے یہ مہ جبین۔" اس نے حماد کے گرد بازو پھیلایا۔

"کوئی نہیں۔" وہ جھینپ گیا۔

"ارے تم تو لڑکیوں کی طرح شرما رہے ہو۔" وہ ہنسنے لگا تھا۔

"اچھا امی انتظار کر رہی ہوں گی، میں چلتا ہوں۔ شام میں ملیں گے۔" وہ جان چھڑا کر اٹھ آیا۔

کیسی بے اختیاری حرکت اس سے سرزد ہوئی تھی۔

اب احمد میرے سیل فون کی جان نہیں چھوڑے گا۔

دو ہی راستے ہیں یا تصویر ڈیلیٹ کر دوں یا اسے بتا دوں۔

وہ شام تک فکرمند ہی رہا۔ اب کرے تو کیا کرے۔

"چلو عماد کو تصویریں سینڈ کرتا ہوں، وہ خوش ہوگا۔" یہ سوچ کر سیل فون نکالا اور وہ چھم سے اسکرین میں اتر آئی تھی۔

اسے بے ساختہ وہ دن یاد آیا جب وہ لوگ عماد کے رشتے کے لیے مہرو بھابی کے گھر گئے تھے۔ عماد بھی ساتھ ہی آیا تھا لیکن وہ گاڑی میں تھا۔ اندر وہ، امی اور رشتے والے انکل ہی گئے تھے۔

صحن عبور کرتے ہی اس کی نگاہ برآمدے میں کھڑی ایک لڑکی سے ٹکرائی تھی جو گود میں چھوٹے بچے کو اٹھائے بہلانے کی کوشش کر رہی تھی اور بچہ تھا کہ خوب بھاں بھاں کر کے رو رہا تھا۔

حماد کو وہ اتنی پیاری، معصوم سی لگی کہ وہ بے ساختہ دل میں دعائیں مانگنے لگا کہ جس لڑکی کو دیکھنے آئے ہیں وہ یہ نہ ہو۔ کتنی ہی دیر گزر گئی تھی اور لڑکی آ نہیں رہی تھی اور اس کی جان سولی پہ ٹنگی ہوئی تھی۔

اندر مہرو، اماں سے کہہ رہی تھی۔

"میں کیوں جاؤں ان کے سامنے، آپ میری تصویر لے جا کر دکھا دیں۔"

"یہ کیا بے تکی ہانک رہی ہو۔" اماں کو ہول اٹھنے لگے۔

"ہاں تو ہم لڑکیاں کیا شوکیس میں سجی گڑیا ہیں کہ لاٹ صاحب کو پسند آئیں گی تو ٹھیک ورنہ

Https://r...ofun.net/

ریجیکٹ، اوہو بڑے آئے ریجیکٹ کرنے والے۔

میں نے خود کھڑکی سے دیکھا ہے باہر گاڑی میں آئے بیٹھے ہیں دیکھنا ان کی اماں کسی بہانے سے ان کو بھی بلوائیں گی کہ آ کر لڑکی پسند کرلو۔ لڑکی نہ ہوئی کوئی بیل گائے ہوگئی۔"

اصل میں اس نے لڑکے کو دیکھ لیا تھا اور لڑکا اسے پسند آچکا تھا اب اگر وہ اسے پسند نہ آتی تو کیسی سبکی ہوتی۔

"گائے تو سمجھ میں آرہی ہے لیکن بیل کیسے۔" زویا کو شکوفے سوجھ رہے تھے۔

"اتنی پیاری لڑکی کو بھی کوئی ناپسند کرسکتا ہے وہم نہ پالو اور آجاؤ۔ وہ لوگ انتظار کررہے ہیں۔" بڑی بھابی نے پیار سے سمجھایا تو وہ اٹھ گئی تھی۔

لڑکی نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا اور حماد کی سانسیں بحال ہوئیں۔ ایک ساتھ اس نے تین گلاس پانی کے چڑھا لیے تھے۔

عماد کو مہرو پسند تھی۔ ایک ہفتے بعد وہ واپس چلا گیا۔ امی نے جا کر انگوٹھی پہنا دی تھی اور حماد اس روز سے دوبارہ جانے کے بہانے تلاش رہا تھا بہت سوچ بچار کے بعد اسے یہی آئیڈیا ذہن میں آیا اور وہ چلا گیا تھا۔

اور اب اسے نیند نہیں آرہی تھی۔

کل انہیں کالج جانا تھا۔

☆☆☆

وہ فارم سب میٹ کروا کر باہر نکلی تو مہرو کو ایک دم سے بھوک لگ گئی تھی۔ اصل میں وہ زویا کی ساری پاکٹ منی اپنے لنچ میں اڑانا چاہ رہی تھی۔

زویا نے کسی ٹیکسی کے انتظار میں ادھر ادھر دیکھا۔

"چھوڑو ٹیکسی کو۔ چنگ جی میں چلتے ہیں۔"

"کیوں۔" زویا نے سر تا پا اسے گھورا۔

"زمانہ بہت خراب ہے اور ویسے بھی وہ جس اسٹاپ پہ رکے گا اس کے سامنے نیا ہوٹل کھلا ہے اور مجھے لنچ کرنا ہے بہت بھوک لگ رہی ہے۔" مسکین صورت بنائی۔

"اور جو صبح دو پراٹھے ٹھونس کر آئی ہو۔"

"وہ تو کب کے ہضم ہوچکے۔"

"السلام علیکم۔" وہ اپنی ہی باتوں میں الجھی ہوئی تھیں جب ایک گاڑی ان کے قریب آ کر رکی اور پھر چہرہ بھی نمودار ہوگیا۔

"حماد! تم یہاں کیا کر رہے ہو۔" مہرو کو دلی مسرت ہوئی تھی۔

"بس گزر رہا تھا، اچانک آپ لوگوں پر نگاہ پڑ گئی۔" اب کیا بتاتا کہ وہ تو صبح سے خوار ہو رہا ہے۔

"آئیں۔ میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" مخلصانہ سی آفر۔

"نہیں اٹس اوکے۔ ہم چلے جائیں گے۔" یہ زویا تھی۔

"ایسے کیسے چلے جائیں گے۔ بیٹھو گاڑی میں، وہ کوئی غیر تھوڑی ہے۔" تیکھی نظروں سے زویا کو گھورتے ہوئے اب وہ اس کا بھی ہاتھ کھینچ چکی تھی۔

اور حماد نے اس کے بیٹھتے ہی بڑی مہارت سے بیک ویو مرر اس پہ سیٹ کرلیا تھا۔

کچھ دیر کے لیے گاڑی میں عجیب معنی خیز سی خاموشی چھا گئی مگر وہ جو تھی افلاطون جسے دعوا تھا کہ اڑتی چڑیا کے پر بھی گن لیتی ہوں۔

دونوں بازو اگلی سیٹ کی بیک پہ جماتے ہوئے بولی۔

"مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ دو دل مل رہے ہیں مگر چپکے چپکے۔" مہرو جیسی منہ پھٹ سے یہی امید کی جاسکتی تھی۔ حماد کھسیانا سا ہو کر ہنس پڑا جبکہ زویا کا چہرہ ایک دم سرخ ہوا تھا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو۔" وہ دبا دبا سا چیخی تھی۔

"خیر ویسے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اگر اچھا سا لنچ کروا دو تو۔" وہ مزید پھیل رہی تھی۔ حماد کے تو دل کی مراد بر آئی تھی۔

اس نے گاڑی ایک ریسٹورنٹ کے سامنے

digest Novels Lovers group

Https://reading.caretofun.net/

پارک کی تھی۔
زویا کو اس پہ خوب غصہ آ رہا تھا۔
"ویسے میں نے تو ہوا میں تیر چلایا تھا، اب کیا معلوم تھا کہ نشانے پہ جا لگے گا۔ لڑکا برا نہیں، اچھا خاصا ہینڈسم ہے۔" گھر آ کر بھی وہ اس کے کانوں میں گھسی ہوئی تھی۔
"بھول ہے تمہاری، ایسا کبھی نہیں ہوگا۔"
"کیوں نہیں ہو گا۔" مہرو نے آنکھیں مٹکائیں۔
"میری مرضی۔" کیا شان بے نیازی تھی۔

☆☆☆

مہرو کا تو منہ بند کر دیا تھا لیکن خود پریشان ہو چکی تھی۔ اس روز بھی حماد نے سیل فون سے اس کی تصویر اتاری تھی۔ وہ اتنی بھی بے خبر نہیں تھی اور آج بھی بیک ویو مرر اس پہ سیٹ کر رکھا تھا۔
اور سب سے بڑی بات مہرو کی نوک جھونک کو اتنا انجوائے کیوں کر رہا تھا۔
ویسے دیکھا جاتا تو ہینڈسم تھا، پڑھا لکھا، بات کرنے کا انداز، اٹھنا بیٹھنا، رکھ رکھاؤ، تمیز و تہذیب کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ لیکن وہ مہرو کا دیور تھا۔ بس یہی ایک کمی تھی۔
مہرو جیسی نیچر کے ساتھ رہنا مشکل تھا۔ بہنوں کا اور حساب ہوتا ہے لیکن جب رشتے بدل جائیں تو ہر چیز بدل جاتی ہے۔ وہ نہیں چاہتی تھی۔ نئی رشتے داریوں میں اس کا اور مہرو کا رشتہ خراب ہو اور دوسری جانب مہرو بہت ایکسائیٹڈ ہو رہی تھی سارے جمع جوڑ، ضرب تقسیم کر کے دیکھ لیے تھے۔ زویا اگر اس کی دیورانی بن جاتی تو بس پھر سسرال میں اس کا راج ہوتا۔
حماد کی کال آئی تھی اور وہ بڑے خوش گوار موڈ میں حماد کے دل کا وہ احوال جو ابھی حماد کے فرشتوں کو بھی نہیں پتا ہوگا۔ حماد کو بتا رہی تھی وہ سن کر بس خاموش ہو گیا تھا۔
"اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔ میرے پاس تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے۔"
"کیا میرے لیے ڈائمنڈ رنگ لی ہے۔" پر اشتیاق لہجہ۔
"اچھا تمہیں کیا چاہیے۔ میں یا ڈائمنڈ رنگ؟" وہ کھنکا۔
"دونوں۔" وہ بغیر سوچے بولی۔
"کوئی ایک بتاؤ۔" وہ بھی بضد ہوا۔
"تم سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔" منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے بے دلی سے کہا گیا۔ لیکن وہ اس کے جملے پر ہی خوش ہو گیا تھا۔
"اچھا میں اگلے مہینے واپس آ رہا ہوں اور امی آئیں گی شادی کی تاریخ لینے۔"
"اتنی جلدی۔"
"تمہارے لیے جلدی ہوگی، مجھے تو ایک ایک دن گزارنا محال لگ رہا ہے۔"
"مگر تم تو کہہ رہے تھے۔ ابھی اس سال نہیں آ سکتے۔"
"بس اچھا گاہک مل گیا تھا۔ ٹیکسی بیچ دی۔ ایک بندے کے ساتھ مل کر سپر اسٹور کھولنے کا ارادہ ہے ایک مہینے تک کام سیٹ ہو جائے گا تو دو ماہ کی چھٹی لے کر آ جاؤں گا۔ میرے واپس آنے کے بعد پھر اسے بھی اپنے ملک جانا ہے۔" کچھ دیر مزید باتوں کے بعد اس نے فون رکھ دیا تھا۔
لیکن مہرو کا چہرہ اتر چکا تھا۔
"اتنی جلدی شادی کی تیاری کیسے ہوگی۔"

☆☆☆

اگلے ہفتے اس کی والدہ آئیں اور ان کا مطالبہ سن کر اماں کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔
"بس بہن اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔ میری کوئی بیٹی نہیں ہے۔ اب جو کچھ ہے، وہ میرے بیٹوں کا ہی تو ہے۔ بس دو جوڑوں میں لڑکی کو وداع کر دو۔"
"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ، ہم ایسے کوئی کنگلے تھوڑی ہیں۔ خوب شان سے رخصت کریں گے اپنی بچی کو۔" اماں نے کچھ زیادہ ہی بڑھک ماردی تھی

Https://reading.caretofun.net/

گویا انہیں کھل کر اپنی فرمائش نوٹس کروانے کا موقع دے دیا تھا۔

"میرا کہنے کا مطلب تھا کہ ضرورت کی تو ہر شے گھر میں موجود ہے۔ جگہ کم اور سامان زیادہ کا کیا فائدہ، وہی آپ کوئی زیور وغیرہ ڈال دیں یا پھر گاڑی لے دیں۔ ویسے گاڑی ہو جائے تو دولہا کی باراتیوں میں ٹور بن جائے گی۔" اور اب ہکا بکا ہونے کی باری اماں کی تھی۔

☆☆☆

"لو دیکھو ذرا، خود ہی منہ بھر کر گاڑی کی فرمائش کر دی۔" ان کے جانے کے بعد اماں دوپٹہ بھگوئے سر پہ رکھے بیٹھی تھیں۔

زویا کو بھی برا لگا۔ وہ اماں کی ہم خیال تھی۔ جبکہ مہرو کو اس میں کوئی حرج نظر نہیں آ رہا تھا۔

"ہاں تو کیا ساری جائیداد اپنے بیٹوں میں ہی بانٹ دو گی۔ ہمارا ابھی کوئی حق بنتا ہے کہ نہیں۔ عماد کہہ رہا تھا، شادی کے بعد وہ مجھے بھی باہر لے جائے گا تو پھر جہیز بنانے کا کیا فائدہ، حماد جب بھی آتا ہے۔ اپنے دوست کی گاڑی مانگ کر لاتا ہے اپنی گاڑی ہو گی تو دونوں بہنوں کو سہولت رہے گی۔"

کن اکھیوں سے زویا کو دیکھتے ہوئے آخری جملہ کہا جس پر وہ آگ بگولہ ہو چکی تھی۔

"تم اکیلی کو یہ سہولت مبارک۔" اس نے ہاتھ جوڑے۔

"یہ تو غلط بات ہے، اگر تم کو گاڑی دیں گے تو زویا کو بھی گاڑی دینا پڑے گی اور جو خاندان میں ایک غلط روایت پڑے گی وہ الگ۔" یہ بڑی بھابی کا فرمان تھا۔

"زویا کی فکر چھوڑ دیں آپ، اس کی بعد میں دیکھی جائے گی، ابھی تو میں ہر صورت گاڑی لوں گی۔"

☆☆☆

چند دنوں بعد دونوں گھرانوں میں شادی کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں، بعد میں مہرو نے اماں کی کچھ ایسی برین واشنگ کی تھی کہ وہ بھی نیم رضامند ہو گئی تھیں۔

دوسری جانب فرخندہ بیگم نے حماد کو نک سک سے تیار سیڑھیاں اترتے دیکھا تو پوچھ بیٹھیں۔

"تمہاری کدھر کی تیاری ہے۔"

"کیوں آپ کو کوئی کام تھا۔" وہ بڑے ادب سے قریب آ بیٹھا۔

"ہاں۔ وہ میری پرانی ڈائری لاؤ اور عذرا کو کال ملاؤ۔ اس سے کچھ بات کرنی ہے۔" انہوں نے اپنی رشتے کی بھتیجی کا نام لیا تھا۔

"ان سے کیا کام ہے۔"

"شادی والا گھر ہے۔ سو کام ہیں۔ ابھی مہرو کی بری بھی خریدنی ہے تو بلوانا ہے اسے۔"

"چلیں، اپنے لیے بلوانا ہے تو بلوالیں لیکن جہاں تک بری کا تعلق ہے۔ وہ تو عماد نے پیسے بھجوا دیے ہیں اور کہا ہے کہ مہرو کو اس کی پسند کی شاپنگ کروا دو، میں وہیں جا رہا تھا۔" اس نے کہا اور فرخندہ بیگم کا منہ کھل گیا۔

"یہ بالا ہی بالا سارے فیصلے ہو گئے۔"

"امی! آپ کو کیا پتا، آج کل کیا فیشن ہے۔ اچھا ہے نا جس نے پہننے ہیں، وہ اپنی مرضی کے ہی لے لیں۔" حماد نے ان کے شانوں پہ ہاتھ رکھا لیکن انہوں نے جھٹک دیا۔

"کیا تھا جو چار دن میری مرضی کا پہن لیتی۔" بہو کی بری خریدنے کا ارمان ہی رہ گیا۔ زیوروں کے ڈبے بند کر کے رکھ دیے۔

بیٹا جا چکا تھا اور وہ افسردہ سی بیٹھی تھیں۔ دل ہی اچاٹ ہو گیا تھا۔

اتنے برسوں سے وہ بہو کی بری تیار کر رہی تھیں اپنی بیٹی تو کوئی تھی نہیں۔ سوچا تھا بہو بھی بیٹی کی جیسی ہی ہو گی۔

مگر اب تو کئی وہم اور اندیشے اندر ہی اندر سر ابھار رہے تھے۔ خوشی پر ایک خوف حاوی ہونے لگا تھا۔

Https://reading.parhlofun.net/

اپنی راجدھانی کے چھن جانے کا خوف۔

"عماد کی تو سمجھ میں آتی ہے لیکن یہ حماد کیوں باؤلا ہوا پھر رہا ہے۔" کچھ ہی پل گزرے تھے اور اب ایک اور خیال پریشان کرنے لگا تھا۔

☆☆☆

"اچھا تھوڑی لگے گا۔ ہم دو جوان جہان لڑکیاں ایک لڑکے کے ساتھ گھومتے ہوئے، امی کو یا بھابی کو ساتھ لے کر جاؤ۔" زویا تو اس کی نئی فرمائش سنتے ہی بدک اٹھی تھی۔

"امی اتنا گھوم پھر نہیں سکتیں اور بھابیوں کو لے جا کر نظر نہیں لگوانی مجھے۔"

وہ زبردستی اسے لے آئی تھی لیکن اس کا موڈ سخت بگڑا ہوا تھا۔ بھلا یہ کوئی تک ہے۔ مہرو ہمیشہ اس پہ ایسے ہی اپنی مرضی چلاتی تھی جو اسے سخت زہر لگتی تھی۔ کہ اس کے انکار کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی۔

اور شام تک جو تھکایا مہرو نے، اسی لیے کوئی اس کے ساتھ نہیں آتا تھا۔ وہ ان چیزوں کو بھی نکلوا کر دیکھتی تھی جنہیں لینے کا اس کا دور دور تک کوئی تعلق واسطہ نہیں ہوتا تھا۔

"لڑکیاں تو شاپنگ پہ آ کر خوش ہوتی ہیں۔" حماد نے اس کے تپے ہوئے روپ کو دلچسپی سے دیکھا تھا۔

"اگر اپنی مرضی سے آئیں تو۔" اس نے مزید ایک بھی قدم چلنے سے انکار کر دیا تھا اور اب گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ حماد بھی اس کے ساتھ رک گیا۔ مہرو دونوں کو موقع فراہم کرتی خود مال میں گھس گئی تھی۔

زویا کو حماد کے سامنے شرمندگی ہو رہی تھی اگر جو عماد بھائی نے کہہ دیا تھا کہ اپنی مرضی سے شاپنگ کر لو تو مہرو کو بھی تھوڑا خیال کرنا چاہیے تھا۔

ایک سے بڑھ کر ایک مہنگی اور برانڈڈ چیزیں بس لیے جا رہی تھی۔

"آپ نے اپنے لیے کچھ نہیں لیا۔" وہ بات کرنے کا بہانا ڈھونڈ رہا تھا۔

"پہلے مہرو صاحبہ کا دل بھر جائے پھر میں بھی سوچ لوں گی۔"

"اگر میں آپ کے لیے کچھ لوں تو آپ کو برا تو نہیں لگے گا۔" حماد نے اس کی سمت دیکھا۔

"بہت برا لگے گا۔" تب ہی زویا نے بھی اس کو دیکھا تھا۔ گہری سیاہ محبت لٹاتی نظریں۔

"آپ مجھے اچھی لگیں بہت پہلے۔ جب میں نے آپ کو پہلی بار دیکھا، اس روز میں اپنے بھائی کے لیے لڑکی دیکھنے آیا تھا اور جب میں نے آپ کو دیکھا تو پتا نہیں کیوں دعائیں مانگنے لگا کہ جس لڑکی کو دیکھنے آئے ہیں وہ آپ نہ ہوں۔"

پینٹ کی دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا، رخ تھوڑا سا زویا کی سمت تھا اور ہوا سے اس کے بال ماتھے پہ بکھر رہے تھے، آنکھوں میں سچے جذبوں کا عکس تھا۔

زویا کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔

اور اگلے ہی پل مہرو نے آ کر فسوں توڑ دیا تھا۔

پھر اس سے اگلے روز اور اس کے بعد آنے والے دو، چار روز تو زویا نے اس کے ساتھ نہ جانے کی قسم کھالی تھی۔

مجبوراً مہرو کو بڑی بھابھی کو ساتھ لے جانا پڑا تھا۔

آخری شاپنگ والے روز مہرو اس کے لیے بھی دو سوٹ لائی تھی۔ کلر اور ڈیزائن بہت خوب صورت تھے۔

"یہ بارات اور ولیمے کا ڈریس ہے کسی نے خاص تاکید کی ہے۔" دونوں سوٹوں کی سمت اشارہ کرتے ہوئے مہرو کا لہجہ خاصا معنی خیز ہو چکا تھا۔

اور پھر ڈھولک، مایوں، بارات اور ولیمے میں مہرو رخصت ہو کر سسرال چلی گئی۔ زویا نے وہ ڈریس کسی بھی دن نہیں پہنے تھے۔

دینے والے کا چہرہ اتر گیا۔

ہر فنکشن میں وہ دو آنکھوں کے حصار میں رہی تھی۔

Https://readingbaretofun.net/

☆☆☆

شادی لیکن چند روز ہی گزرے تھے، جب فرخندہ بیگم کو کچھ کچھ مہرو کی فطرت کا اندازہ ہو چکا تھا ہر کام اور بات میں وہ اپنی من مانی کر رہی تھی۔ انہیں تو آتے ہی جیسے دیوار کے ساتھ لگا دیا تھا۔

اور خود کھل کر سارے گھر میں دندناتی پھر رہی تھی۔ اور بیٹا تھا کہ اس کی زلفوں کا اسیر ہوا جا رہا تھا۔

دونوں تک سک سے تیار باہر نکلتے اور اجازت لینے کا تو اب شاید رواج ہی نہیں رہا تھا، بس اطلاع ہی دی جاتی تھی۔

رشتے داروں کے گھر اور دعوتوں میں ایک بار بھی انہیں ساتھ چلنے کو نہیں کہا تھا۔ وہ خود ہی اپنے آپ میں جل کڑھ رہی تھیں۔

دوسرا حماد کا دکھ تھا جو ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

ایک دن بھی زویا نے اس کا دیا ہوا جوڑا نہیں پہنا تھا۔ وہ من ہی من اس سے کیا کیا امیدیں جوڑ بیٹھا تھا اور وہ تھی کہ ایک ذرا سا اس کی چاہت کا مان نہ رکھ سکی تھی۔

مہرو کو اتنا غصہ آ رہا تھا۔ دو سوٹ استری کیے تھے اور لٹکانے کو جگہ نہیں مل رہی تھی۔

بیڈ روم میں تھا ہی کیا۔

پرانی سی مسہری، دو کرسیاں اور ساس کے زمانے کی سیف الماری۔

"باتیں تو ایسے کر رہی تھیں جیسے نیا فرنیچر بنا کر رکھا ہوا ہے ضرورت کی ہر چیز اونہہ..... مجھے کیا پتا تھا یہ پرانا سامان میرے لیے رکھا ہے تو کبھی گاڑی نہ لیتی۔

جہیز نہ لے کر میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے اپنی چیز بندہ حق سے استعمال کرتا ہے۔"

دو ہفتوں سے گزارہ کر رہی تھی مگر اب اپنی ہی جیولری، کپڑے سنبھالنے مشکل ہو رہے تھے تو عباد کی چیزوں کو کہاں رکھتی۔

وہ پرانا رواج بکسوں میں رکھو اور ٹرنکوں سے نکالو۔ یہ 1970ء کی یادگاریں ہی رہ گئی تھیں۔ تنگ آ کر اس نے اماں کو فون کھڑکایا۔

اور رو دھو کر فرمائش کر دی کہ بیڈ روم کا سامان بھجوائیں ورنہ میں سب چھوڑ چھاڑ واپس آ جاؤں گی۔

اماں کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

زویا کالج سے آئی تو وہ بھی سن کر جھنجلا گئی۔

"ابھی لاکھوں روپیہ اس کی شادی پہ خرچ کیا ہے۔" بھابیوں نے سنا تو الگ سے منہ پھلائے۔

نصرت بیگم نے بینک کے پیسوں کا حساب کتاب لگایا اور اسے حماد کو فون کرنے کا کہا کہ وہ مارکیٹ میں ملے اور وہیں سے سامان لوڈ کروا کر لے جائے۔

اور زویا فون ہاتھ میں پکڑے سوچ رہی تھی کہ کیسے اس سے بات کرے گی۔ بہر حال اس نے نمبر ملا کر فون اماں کو تھما دیا تھا۔

☆☆☆

"عماد! میری بات سن رہے ہیں۔" مہرو باہر سے تپی ہوئی اندر آئی تھی۔

"کہو جان۔" وہ ہمہ تن گوش ہوا۔

"میں نے بیڈ روم کا سامان منگوایا ہے لیکن یہ کمرہ اتنا چھوٹا ہے۔ کیوں نا ہم آنٹی والا کمرہ لے لیں اس گھر کا سب سے اچھا کمرہ وہی ہے۔ کھلا، روشن اور ہوادار، چاہیے تو یہ تھا کہ سب سے اچھا کمرہ ہمیں ملتا لیکن یہ دو فٹ کا ڈربا دے دیا اب یہ سالوں پرانا فرنیچر مجھے تو دیکھ کر ہی وحشت ہوتی ہے۔"

عماد نے کچھ لمحوں کے لیے سوچا پھر کہا۔

"تم نے گھر کیوں فون کیا، مجھے کہتیں۔"

"ہاں تا کہ آپ کی والدہ محترمہ عمر بھر جہیز نہ لانے کا طعنہ دیتی رہتیں۔"

"امی نے تم سے کچھ کہا۔"

"جو بات کہہ رہی ہوں، وہ مانیں۔"

"یار! ایسا نہیں ہو سکتا۔ پہلی بات وہ کمرہ دیں گی نہیں اور دوسری بات میں کیوں خوامخواہ برا بنوں۔"

"عماد۔"

Digest Novels Lovers group

Https://reading.carefulfun.net/

"ان کے ڈائیلاگ جانتی ہو۔ کیا ہوں گے۔
"بیوی نے جائی بھری اور تو آ گیا ماں کو سنانے۔ اب میرے گھر میں مجھے ہی بے دخل کیا جائے گا۔ ارے میرے معصوم بیٹے ایسی فرمائشوں پہ ان لاڈلیوں کو وہیں سیٹ کرنا پڑتا ہے۔ اسے جا کر کہو۔ جو ہے اسی میں گزارا کرے۔"
اس نے کچھ ایسے نقل اتاری کہ مہرو کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی تھی۔
"ویسے میرے پاس تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے کل بتاؤں گا بلکہ دکھاؤں گا۔"

☆☆☆

مطلوبہ شاپ پہ پہنچ کر اس نے سامان لوڈ کروایا اور واپس آ گیا۔ وہ تبھی تھی وہاں لیکن حماد نے بس اسے سرسری سا ہی دیکھا تھا۔ وہ اسے جتانا چاہ رہا تھا کہ وہ اس سے خفا ہے لیکن وہ اتنی کٹھور، بے رحم اور سنگ دل تھی کہ مجال ہے جو اسے سرسری سا بھی دیکھا ہو۔
گھر آ کر بھی اس کا موڈ خراب ہی رہا تھا۔
گھر میں آج آلو پالک بنے تھے۔ مہرو نے سالن کا ڈونگا دیکھتے ہی برا سا منہ بنایا تھا۔ جتنے دن عذرا خاتون رہیں۔ اچھا کھانے کو مل جاتا تھا۔ کل سے وہ گئی تھیں اور آج خالی آلو پالک اور روٹیاں۔
مہرو تو ویسے بھی کھانے میں بڑے نخرے کرتی تھی جب بھی زویا اس کے لیے ٹرے میں کھانا لاتی۔ اس کے اعتراضات شروع ہو جاتے۔
مسور کی دال کے ساتھ لیموں والی پیاز، اور سبزیوں کے ساتھ پلیٹ بھر کر سلاد بنواتی تھی اور پھر زویا کے ہاتھ میں ذائقہ بھی بہت تھا۔ اس کے ہاتھ سے پکے آلو والے چاول بھی بریانی کا لطف دیتے تھے۔
اور اب فرخندہ بیگم کہہ کر گئی تھیں کہ "کل میٹھا بنا لینا اور پرسوں سے کچن تمہارے حوالے۔"
"اف کیسے کروں گی یہ سارے کام، سب سے مشکل ہو گا اپنے ہاتھ کا بدمزہ کھانا کھانا، میں کیسے کھا سکتی ہوں وہ ملغوبے جو مجھ سے بنتے ہیں۔" سوچ کر اسے آلو پالک کا ذائقہ اور بھی بدمزہ لگ رہا تھا دونوالے لیے اور تیسرا حلق میں اٹکنے لگا۔
"رہنے دو، مت کھاؤ یہ، میں تمہارے لیے کچھ لے آؤں گا۔" عماد نے اس کے آگے رکھی پلیٹ اٹھالی تھی۔ خود وہ رغبت سے کھا رہا تھا۔ وہ باہر رہتا تھا اور اس کے لیے تو پکا پکایا ملنا ہی غنیمت تھا۔
"لیکن آپ تو گاڑی اندر کر چکے ہیں۔" اسے فکر ہوئی، رات کے دس بج رہے تھے۔
"ارے نہیں۔ میں پیدل چلا جاؤں گا، زیادہ دور نہیں ہے، بس جب تمہارے سیل فون پہ بیل دوں تو چپکے سے دروازہ کھول دینا۔" اس نے سارے برتن سمیٹے اور چلا گیا۔
مہرو اپنی سوچوں میں دوبارہ گم ہوئی۔
"بڑی چالاک ہیں یہ بڑی بی، اف ابھی تو شادی کو دو ہفتے ہوئے ہیں اور ابھی سے چولہا چوکی سنبھال لوں۔ کتنا ارمان تھا۔ مری، کاغان، ناران گھومنے کا، لیکن یہ عماد بھی بس کنگلا ہی ہو کر آیا ہے کہہ رہا تھا۔ سارے پیسے اسٹور میں لگا دیے ہیں۔
اگلے سال کا وعدہ کر لیا بس پھر تو جا چکے۔ یوٹیوب سے کچھ خوب صورت نظاروں کی تصویریں ڈاؤن لوڈ کیں۔ اور فیس بک پہ اسٹیٹس لگا دیا۔
"ہنی مون مناتے ہوئے۔" ایسے تو پھر ایسے ہی سہی۔
کچھ دیر میں کمنٹ آنا شروع ہو چکے تھے۔ وہ بھی تصور میں خود کو ہنی مون مناتے دیکھ کر خوش ہوتی رہی۔
سیل فون پہ بیل ہوئی تو اس نے چپکے سے جا کر دروازہ کھولا وہ اس کے لیے کباب، روٹی اور شوارما لایا تھا۔
مہرو نے خوب مزے سے یہ خفیہ دعوت اڑائی۔ اور جان بوجھ کر کاغذ باہر والے ڈسٹ بن میں ڈال دیا۔
"اب آئے گا مزہ۔" دل کمینگی سے مسکرایا تھا۔

Https://readingpk.blogspot.net/

"گھر میں ہے ہی کون جو تم اپنی بیگم کے لیے چھپا کر چیزیں لاتے ہو۔" فرخندہ بیگم نے بھی جتا ہی دیا۔

"امی! اس سے آلو پالک نہیں کھائی جارہی تھی اور آپ سوچکی تھیں۔"

مگر کیا فائدہ۔ ان کا دل بدگمان ہو چکا تھا۔ وضاحتیں بے کار تھیں۔

☆☆☆

شام میں چہل قدمی کرتے ہوئے وہ گھر سے ذرا دور نکل آئے۔ عماد محض اس کا دل بہلانا چاہتا تھا جس کا دوپہر سے ہی چہرہ اترا ہوا تھا۔ اس نے آج کھیر بنائی تھی۔ اوپر سے فرخندہ بیگم سارا کچھ اس کے حوالے کر کے خود جیٹھانی کے گھر جا بیٹھی تھیں۔

ذرا سا دماغ لڑا کر جو اس نے بنایا وہ کھیر تو ہرگز نہیں تھی اور فرخندہ بیگم نے دو چار اسے سنا کر بڑے دھڑلے سے وہ محلے بھر میں بانٹی تھی "اچھا ہے اس کے بھی ذرا جوہر کھلیں۔" مہرو کو رونا آ گیا تھا۔

زویا کو بتایا تو وہ الٹا خفا ہوئی تھی۔

"تھوڑا سا اور دماغ استعمال کرتیں تو یوٹیوب، گوگل سے ہی ترکیب دیکھ لیتیں یا پھر مجھے ہی کال کر لیتیں..... سب تمہارا ہی قصور ہے۔"

"چپ کرو تم، اماں نے بھی کس ٹٹ پونجیے خاندان میں بیاہ دیا ہے۔ میرے تو سارے خواب مٹی میں رول دیے ہیں۔" وہ اپنا قصور ماننے کے بجائے دوسروں کو الزام دے رہی تھی۔

"زویا! تم آجاؤ یہاں۔ میں اکیلے نہیں سنبھال سکتی۔" اور زویا نے فون ہی رکھ دیا تھا، تب سے وہ جیسے خود سے بھی خفا ہو گئی تھی۔ اب بڑی مشکل سے عماد اسے بہلا کر باہر لایا تھا۔

"اچھا اس دن میں نے تم سے ایک سرپرائز کی بات کی تھی۔" وہ چلتے چلتے بہت دور نکل آئے تھے۔

"کیا۔" مہرو نے سر جھٹک کر جیسے خود کو پرسکون کیا تھا۔

"وہ سامنے پچیس مرلے کا پلاٹ دیکھ رہی ہو۔" عماد نے ایک نوتعمیر شدہ پلاٹ کی سمت اشارہ کیا۔ جس پہ خوب صورت گھر کا نقشہ بنا کر بنیادیں بھر دی گئی تھیں۔

"یہ ہمارا ہے۔ بس چند مہینوں کی بات ہے، سپر اسٹور کا کام سیٹ ہو جائے تو یہاں ایک خوب صورت گھر بناؤں گا پھر تم اس میں اپنی پسند کا کمرہ لینا۔"

"واقعی!" یہ مہرو کے لیے بڑا خوش گوار سرپرائز تھا جسے سنتے ہی وہ خوش ہو گئی تھی۔

"لان اور گیراج تو ضرور ہوگا۔"

"ہاں یار! بھلا کیسے بھول سکتا ہوں تمہارے وہ فرمائشی نقشے، جو جیسا تمہیں پسند تھا، اسی کے مطابق نقشہ بنوایا تھا۔" اب وہ اسے تفصیل سمجھا رہا تھا۔

"آپ تو بڑے چھپے رستم نکلے۔"

"کیسے۔"

"آپ کو تو میری ہر بات یاد ہے۔"

"اچھا اب تم بھی میری باتیں یاد کر لو۔ گھر کے کاموں میں دلچسپی لو۔ اب امی کو بھی آہستہ آہستہ کمپنی دینا شروع کرو۔ میں تو چند روز میں چلا جاؤں گا اور تم دونوں کو ساتھ رہنا ہے تو بہتر ہوگا تم ان کا مزاج سمجھ لو۔"

"دھت تیرے کی۔" اس کی اگلی بات نے مہرو کا سارا موڈ بگاڑ دیا تھا۔ "دو ہفتوں کی دلہن سے بھی کوئی کام کرواتا ہے۔" حسب توقع اس نے ناک چڑھائی تو وہ کچھ سنجیدہ ہوا۔

"مہرو! مجھے اپنا ہر رشتہ بہت عزیز ہے، میں نہیں چاہتا کہ ایسا وقت آئے کہ مجھے انتخاب کرنا پڑے تو ایک بات یاد رکھنا۔ میں اپنی ماں کے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

اس کے ان جذباتی جملوں پہ بھی اس نے خاص کان نہیں دھرے تھے، بظاہر ہامی بھر لی تھی۔

اگلے روز گہری نیند میں اس کے دماغ پہ جیسے ڈن ڈن ہتھوڑے کی مانند برسا تھا پھر ذہن کچھ بے زار ہوا تو سماعتیں آواز کا تعاقب کرنے کے قابل

Https://reading.caretofun.net/

ہوئیں۔
"ارے دن چڑھ آیا ہے، نہ نماز نہ قرآن، گدھے گھوڑے بیچ کر سو رہے ہیں۔ رات کو بتایا بھی تھا کہ بی بی صبح اٹھ کر ناشتہ بنالینا۔" اسے آج پتا چلا تھا کہ صبح اتنی جلدی بھی ہوتی ہے۔ اٹھنا پڑا اور اٹھ کر کچن کے درشن بھی کرنے پڑے۔
روٹی گول کیا اسے چوکور بھی بنانی نہیں آتی تھی۔ بہرحال رات کا سالن گرم کیا۔ انڈا بنایا۔ چائے بنائی اور روٹی کے پیڑے بنا کر رکھ دیے، بعد میں باتیں سننے سے اچھا تھا ابھی سے جان چھڑالے۔
"امی! روٹی آپ خود بنالیں کیونکہ مجھے روٹی بنانی نہیں آتی۔" تمام لوازمات میز پر چننے کے بعد وہ خود بھی کرسی سنبھال چکی تھی۔
فرخندہ بیگم کا منہ حیرت سے ایسا کھلا کہ حماد کی ہنسی نکل گئی۔ وہ بلا کا سحر خیز تھا اور ابھی باہر سے واک کر کے آیا تھا۔ وہ اور فرخندہ بیگم اسی وقت پہ ناشتہ کرتے تھے اور اب..... ذرا جو مہرو کو کوئی شرمندگی ہو۔
وہ خود ہی بکتی جھکتی اٹھ کر کچن میں چلی گئیں اور مہرو کو جو مزہ آیا، وہ الگ کہانی تھی۔
"مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔ میں بعد میں عماد کے ساتھ ناشتہ کرلوں گی۔"
کہہ کر وہ پھر سے کمرے میں جانے والی تھی جب نصرت بیگم نے آواز دے کر روک لیا۔
"کوئی ضرورت نہیں دوبارہ سو کر نحوست پھیلانے کی، ابھی نسرین آتی ہے۔ تو اس سے گھر کی صفائی کرواؤ اور بھی اسے تین گھروں کا کام کرنا ہوتا ہے اس لیے میں نے اسے یہی ٹائم دیا ہے۔"
"اف یہ خاتون میری سوچ سے زیادہ چالاک ہیں۔" اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ وہ نسرین کے آنے تک صوفے پہ بیٹھی سو چکی تھی۔

☆☆☆

"باجی۔" نسرین کی پاٹ دار آواز پہ دوبارہ اس کی آنکھ کھلی تو وہ ہڑبڑاتے ہوئے سیدھی ہوئی۔
"کیا بات ہے۔" گھر میں کوئی اسے ایسے جگاتا تو وہ اس کا منہ نوچ لیتی۔ وہ تو جب سو رہی ہوتی تھی تو گھر کے بچے بھی شور کرنے سے پرہیز کرتے تھے اور یہاں ایک ملازمہ کی بھی کیا جرات تھی۔
"صفائی کروالیں مجھ سے۔" کیا البیلا انداز تھا۔
"کیا مطلب صفائی کروالوں تم سے، تم کس مرض کی دوا ہو۔"
"اللہ نہ کرے باجی! میں کیوں کسی مرض کی دوا بنوں۔ ابھی تو بس سترہ سال کی ہوں۔ اب ایسی بد دعائیں تو نہ دیں مجھے۔" وہ تو رونے والی ہو چکی تھی۔
"او، ایموشنل ڈرامہ! وہ سامنے تین کمرے ہیں جاؤ پہلے وہ صاف کر کے آؤ۔"
"ایسے کیسے صاف کر کے آؤں، پہلے پھیلاوا تو سمیٹ کر دیں۔" بڑی بڑی آنکھیں خوب پٹ پٹائیں۔
"کیوں پھیلاوا میں کیوں سمیٹوں۔" وہ بدک کر سیدھی ہوئی۔ "کوئی قیمتی چیز ہو سکتی ہے۔ ابھی بعد میں چوری کا الزام لگا دیں گی اور پھر آپ کا گھر ہے، مجھے کیا پتا کس چیز کو کہاں رکھنا ہے۔"
"اوہ میرے خدا۔" وہ اٹھ کر اس کے ساتھ آئی بس جھاڑو نسرین کے ہاتھ میں تھی۔ باقی مغز ماری اسے کرنی پڑ رہی تھی۔
حماد آج کل اس کے کمرے کے خوب چکر کاٹ رہا تھا۔ اسے مہرو سے ضروری بات کرنا تھی اور فرخندہ بیگم کی آنکھوں نے دیور بھابی کی اس لکا چھپی کو خوب تاڑا تھا۔
جو اسے سنا ہی دیا تھا۔
"حماد کے لیے میں نے اپنی بھانجی کو سوچ رکھا ہے۔ بس اس کا باپ باہر سے آجائے تو باقاعدہ رسم بھی ہو جائے گی۔"
وہ خاموش رہی۔ رات حماد اس سے کہہ رہا تھا۔
"بھابی! کچھ کرو نا۔"
"کیا کروں۔"

Https://reading.caretofun.net/

''میری منگنی ہی کروادو۔'' وہ مسکینیت سے بولا۔

''کس سے؟''

''اب یہ بھی میں بتاؤں۔''

''ظاہر ہے جب منگنی کے لیے دل مچل رہا ہے تو کوئی لڑکی بھی ہوگی نظر میں۔''

''نظر اور دل میں تو کب سے ہے۔ بس اسے گھر میں لانے کا انتظام کرنا ہے۔'' اور اس سے قبل کہ وہ عماد سے بات کرتی یہ نئی کہانی کھل گئی تھی۔

☆☆☆

اس گھر میں وہ زویا کے علاوہ کسی اور کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی اور عماد سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا جب وقت آئے گا دیکھی جائے گی۔ پہلے وہ کچھ بن تو جائے۔ اس کا دماغ بہت الجھ رہا تھا۔

''ایک یہ زویا نکمی، ذرا جو حماد کو لفٹ کروادے اگر ان ماں، بیٹے نے مل کر اسے سمجھا دیا تو کیا پتا، وہ بھی یہ سوچ لے کہ کون سا لڑکی کے دل میں اس کے لیے محبت تھی، اب کیا کروں۔'' اسے کسی پل چین نہیں تھا۔

تھک ہار کر زویا کا نمبر ملایا۔

''کیسی ہو مہرو۔'' وہ بڑے پیار سے بولی تھی۔

''تمہیں کیا میری پروا، تمہاری طرف سے جیوں یا مروں۔'' وہ پھٹ پڑی۔

''کیا ہوا ہے، ایسے کیوں بول رہی ہو۔'' دوسری طرف وہ پریشان ہوئی تھی۔

''مجھے اس بھاڑ میں جھونک کر خود کتنے سکون میں ہو۔''

''مہرو تمہاری شادی ہوئی ہے اور وہ تمہارا گھر ہے وہاں دل لگانے کی کوشش کرو۔ عماد اتنے اچھے ہیں اپنی ساس کے پاس بیٹھا کرو۔ گھر کے کاموں .....''

''تمہارے بغیر میں کچھ نہیں کرسکتی، حماد اتنا اچھا تو ہے پھر کیا مسئلہ ہے تمہارا۔'' پٹڑی بدل کر وہ جذباتی ہوئی۔

''یہ معاملہ میں نے امی کو سونپ رکھا ہے۔ وہ جو بہتر سمجھیں گی۔ فیصلہ کریں گی۔'' بالآخر اس نے جان ہی چھڑائی تھی۔

''یعنی تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا اگر میں حماد کا رشتہ لے کر آؤں۔'' جوش میں وہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اگر تمہاری ساس اور امی کو کوئی اعتراض نہ ہوا تو دیکھیں گے۔'' وہ جانتی تھی جس طرح کی مہرو کی عادتیں ہیں، اسے دیکھتے ہوئے اس کی ساس کبھی اس گھرانے کی دوسری لڑکی نہیں لائیں گی۔

ساس کے ذکر پہ مہرو کا حلق تک کڑوا ہوا تھا۔

''چلو، دیکھتے ہیں۔ ویسے حماد کو پچھلے ایک ہفتے سے فیور ہوا ہے۔ تمہارا ہی جوگ لے کر بیٹھا ہوگا۔ منتیں کر رہا تھا میری کہ زویا سے منگنی کروادو۔''

دو چار مزید باتوں کے بعد اس نے فون رکھ دیا سر سے کچھ بوجھ تو اترا تھا۔

''چلو ایک طرف تو بات بنی، امی کو میں منالوں گی۔'' اور اسے پتا تھا امی کو کیسے منانا تھا۔

پہلے اسے سسرال کا امیج ٹھیک کرنا پڑے گا۔

اگلے روز وہ خوب سج سنور کر میکے پہنچ گئی۔

اور خوب دل کھول کر سسرالیوں کی تعریفوں کے پل باندھے۔

امی تو خوش ہوئیں کہ چلو شکر ہے، اس کا وہاں دل تو لگا مگر زویا کو اس کی مکاریاں خوب نظر آ رہی تھیں۔

''تمہارا سب سے بڑا ویک پوائنٹ یہی ہے کہ تم اس وبال جان کے دیور ہو۔'' دل ہی دل میں کڑھتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔

''یہ حماد نے تمہارے لیے بھیجی ہیں۔'' دو سرخ گلاب کی کلیاں اس نے زویا کے بالوں میں لگائیں۔ زویا نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''اب یہاں سے دو سفید گلاب توڑ کر لے جاؤں گی تاکہ مریض عشق کو کچھ افاقہ ہو۔''

Https://reading.caretofun.net/

"مہرو! تم ایسا کچھ نہیں کروگی۔" وہ روہانسی ہوکر اس کے پیچھے لپکی مگر مہرو کو اپنی من مانی کی عادت تھی۔

"ان پھولوں میں جو خوشبو ہے، وہ میری ہی محبت ہے۔" سیل فون پہ اس کا پیغام جھلملا رہا تھا۔

☆☆☆

وہ سفید گلاب اتنے خوب صورت تھے کہ حماد نے مٹی کے گلدان میں پانی بھر کر اس میں سجا دیے۔ وہ روز انہیں دیکھتا اور بلاوجہ مسکراتا۔ فرخندہ بیگم کی نظروں سے یہ کھیل پوشیدہ نہ رہا۔ وہ لان سے کچھ تازہ گلاب توڑ لائیں۔

"میرے بیٹے کو لگتا ہے، پھول بہت پسند ہیں اس لیے میں تازہ پھول لائی ہوں۔" انہوں نے یہ کہہ کر گلدان کے باسی پھول نکال دیے اور حماد کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

"نہیں۔" وہ کچھ کہتے کہتے رکا۔

"کیا۔" فرخندہ بیگم نے استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ پھول لگاتے ہاتھ رک گئے۔

"ہاں۔ لگا دیں لیکن یہ پھول مجھے دے دیں۔ میں اپنی ڈائری میں رکھوں گا۔ کسی دوست نے گفٹ دیے تھے۔"

آگے بڑھ کر اس نے ماں کے ہاتھ سے پھول لے لیے اور دراز سے ڈائری نکال کر اس میں رکھ دیے۔ اب کچھ سانس بحال ہوئی تھی۔

"یہ کون سا دوست ہے جو تمہیں پھول دیتا ہے۔" اچنبھے بھرا انداز۔ حماد ایک پل کو بوکھلایا پھر لبوں پہ بڑی دلفریب مسکراہٹ پھیلی۔

"بتا دوں گا۔ وقت آنے پہ آپ کو ہی بتاؤں گا۔"

"اچھا آ کر کھانا کھالو۔ تمہاری پسند کا مٹن قورمہ بنایا ہے۔" وہ بات پلٹ گئیں، ضروری تھا سارے حجاب آج ہی اٹھ جاتے اور لحاظ بھی باقی نہ رہتا۔ ان کا شک اب یقین میں بدل چکا تھا۔

رات انہوں نے عماد کو اپنے کمرے میں بلوالیا۔

پیچھے مہرو کو پنکھے لگے ہوئے تھے۔ اب جانے کیا گھول کر پلاتی ہیں، کچھ دیر تو وہ ٹینشن میں رہی پھر حماد کے کمرے میں چلی آئی۔

"آیئے بھابی! زہے نصیب۔" وہ اسے دیکھ کر خوش ہوا۔

"حماد! زویا میری اکلوتی لاڈلی بہن ہے تم اس کے ساتھ سیریس بھی ہو یا محض وقت گزاری کر رہے ہو۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔"

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ آنٹی اس روز مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ وہ تمہارے لیے اپنی بھانجی لے کر آئیں گی اب عماد کو بلوایا ہے تم دیکھنا، یہی بات ہوگی پھر تم کیا کروگے۔"

"امی نے آپ سے ایسا کہا۔" وہ حیران ہوا۔

"بالکل۔"

دوسری طرف فرخندہ بیگم عماد سے کہہ رہی تھیں۔

"میں چاہتی ہوں۔ تم حماد کا ویزا لگواؤ اور اسے اپنے ساتھ ہی باہر لے جاؤ، نوکری تو اسے کوئی مل نہیں رہی۔ اچھا ہے کاروبار میں ہی سیٹ ہو جائے۔ تمہیں بھی اسٹور کے لیے کسی مددگار کی ضرورت ہوگی تو اپنا بھائی کیوں نہیں۔" اور عماد نے ہامی بھر لی تھی۔

☆☆☆

کچھ دنوں میں ویزا لگا اور دونوں بھائی باہر چلے گئے۔

جانے سے پہلے جو گڈ نیوز مہرو نے اسے سنائی تھی۔ وہ ماں کے گھٹنے تھام کر بیٹھ گیا۔

"اب میرے بعد آپ نے مہرو کا خیال رکھنا ہے۔" اور پوتے کی خواہش تو فرخندہ بیگم کو بھی تھی۔ اب تو وہ ملازمہ کو بھی اس کا خاص خیال رکھنے کی ہدایت کرنے لگی تھیں۔

☆☆☆

اور پھر ننھے حمزہ کی آمد نے گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑا دی تھی۔ مہرو کا اصرار تھا کہ زویا چند روز کے

Https://reading.caretofun.net/

لیے اس کے پاس آئے اور اماں نے اسے بھیج بھی دیا تھا۔

باہر حماد کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کاش ان دنوں وہ گھر ہوتا۔

زویا بھی تو اسی لیے آئی تھی کہ حماد گھر میں نہیں تھا۔ ننھے بچے کے کام، اس کا سونا اٹھنا، جاگنا، وہ خوب انجوائے کر رہی تھی۔ بچے ویسے بھی اسے بہت پسند تھے۔ بھابیاں اسی لیے اس سے خوش رہتی تھیں کہ وہ ان کے بچوں کے بھی بڑے لاڈ اٹھاتی تھی۔

فرخندہ بیگم گم صم تھیں۔ ایک طرف پوتے کی خوشی تھی تو دوسری طرف عماد کی فون کال نے پریشان کر رکھا تھا۔

"امی! حماد تو بالکل اٹل ہے کہ شادی کرے گا تو بس زویا سے۔" عماد نے کہا تھا۔

"لیکن میں اس کے لیے اپنی بہن سے بات کرنے والی تھی۔"

"ابھی نہ ہی کریں تو اچھا ہے۔ وہ بالکل نہیں مان رہا۔ ایسے ہی بعد میں آپ دونوں بہنوں کا رشتہ خراب ہوگا۔" بات تو اس کی بھی ٹھیک ہی تھی۔

"بات کرواؤ میری حماد سے۔" انہوں نے ڈائریکٹ اس سے ہی بات کرنے کا سوچا تھا لیکن عماد نے فی الوقت ٹال دیا۔ رات اس نے خود فون کیا تھا۔

اور اس سے قبل کہ وہ ایموشنل ہوتا انہوں نے خود ہی ایموشنل بلیک میلنگ شروع کر دی تھی۔

"کیا تمہاری خوشیوں پر میرا اتنا بھی حق نہیں ہے۔"

"کیا ہو گیا ہے امی، زویا میری خوشی ہے اور آپ کا مکمل حق ہے اس پہ۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

"میں مہرو کو لا کر پچھتا رہی ہوں بس بیٹے کی وجہ سے خاموش ہوں ورنہ ایسے کوئی سکھ میں نہیں رکھا ہوا اس نے مجھے، اتنی پھوہڑ، کم عقل اور چالاک ہے، ہر کام بتانا اور سکھانا پڑتا ہے اور وہ کہنے پہ بھی نہیں کرتی اب ایک سے بھلی دو، تم کیوں میرا بڑھاپا خراب کرنے پر تلے ہوئے ہو۔"

"امی! زویا اس سے بہت الگ ہے، ابھی وہ ہمارے گھر میں موجود ہے۔ آپ دیکھ لیں، پرکھ لیں پھر کوئی فیصلہ کریں۔"

وہ یہ بھی جانتا تھا کہ زویا میں کوئی کمی نہیں تھی لیکن وہ ماں کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سچ مچ وہ بہت ڈسٹرب ہو چکا تھا۔

"لکی ہو تم جو اس پیار والے جھنجھٹ میں نہیں پڑے اس لیے تو آرام سے سو رہے ہو اور میں..... کاش امی کو وہ پسند آجائے ورنہ ایک کمپرومائز میرا منتظر ہوگا۔" اس نے عماد پر نظر ڈالتے سوچا تھا۔

☆☆☆

"زویا! اٹھو۔" ابھی اس کی آنکھ لگی ہی تھی کہ مہرو کے جھنجھوڑنے پر اٹھ گئی۔ "کیا ہوا ہے؟" ذہن غنودگی میں تھا۔

"مناکب سے رو رہا ہے۔" اس کی اگلی پکار پر وہ ہڑبڑا کر اٹھی اور پھر چھوٹو کو اٹھا کر گود میں لیا۔

"مہرو! بھوکا ہے بے چارہ، فیڈ کروا دو تو سو جائے گا۔" اس نے نرمی سے مہرو کی گود میں لٹانا چاہا تو وہ بدک کر دور ہٹی۔

"جاؤ۔ فیڈر بنا لاؤ۔"

"تم نے دن رات اسے فیڈر پر رکھا ہوا ہے ایسے بیمار بھی پڑ سکتا ہے کل ہی تمہاری شکایت لگاؤں گی۔"

زویا کو اس پہ خوب غصہ آ رہا تھا۔ وہ اس قابل تھی پھر بھی اسے مدر فیڈ نہیں کروا رہی تھی۔ مہرو کو پروا نہیں تھی۔ وہ بچے کو اس کے حوالے کر کے خود سو چکی تھی۔ زویا نے بڑبڑاتے ہوئے اسے فیڈر بنا کر دیا۔ آرام سے کیری میں لٹایا اور فریج سے پانی کی بوتل لینے باہر آئی تو فرخندہ بیگم وہیں لاؤنج میں صوفے پہ غیر آرام دہ بیٹھی تھیں۔

رات کے دو بج رہے تھے۔

"آنٹی! آپ سوئیں نہیں۔" وہ ان کے قریب چلی آئی۔

digest Novels Lovers group

Https://reading.caretofun.net/

بیٹے نے جو رام لیلا سنائی تھی ،اس کے بعد بھلا نیند کہاں آتی۔

"بس سر میں درد ہے۔" وہ چاہ کر بھی رکھائی نہ برت سکیں۔ زویا ان کے لیے پانی کا گلاس اور پین کلر لے آئی تھی۔

"یہ کھالیں پھر میں آپ کا سر دباتی ہوں۔" وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گئی تھی اور وہ کہہ نہیں سکیں کہ سر درد کی وجہ بھی تم ہی ہو۔

"آنٹی! آپ سے ایک بات کرنا تھی۔" زویا نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"کہو۔" وہ حیران ہوئیں۔ "مہرو تھوڑی بے وقوف سی ہے اتنا سمجھایا ہے میں نے لیکن بالکل اثر نہیں ہو رہا۔ وہ بچے کو مسلسل ڈبے کا دودھ دے رہی ہے آپ خود سمجھائیں یا پھر عماد بھائی سے کہیں، وہ ذرا کلاس لیں اس کی۔ میری بات تو سنتی ہی نہیں۔"

ایسا معصومیت بھرا انداز۔ وہ اپنی ہی بہن کی شکایت ان سے لگا رہی تھیں۔

شکل کی تو خوب صورت تھی ہی، ادا کا بھولا پن انہیں بھی بھا گیا تھا۔ "اچھا۔ میں صبح ہی بات کرتی ہوں۔"

"آپ ایسا کرنا ،وہ دودھ والا ڈبہ، ڈریسنگ کے پہلے کیبن میں رکھا ہے۔ وہاں سے اٹھا لیجیے گا۔" اٹھنے سے پہلے پھر سے یاد دہانی کروائی۔

"چلو جو ہو، دیکھا جائے گا لیکن مجھے بھی اپنی تعصب بھری نظروں کو ایک طرف رکھ کر حقیقت کا مشاہدہ کر لینا چاہیے۔ بیٹا تو میرا ہی ہے۔ میری اجازت کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرے گا۔"

وہ سوچ کر کچھ ہلکی پھلکی ہوئیں۔

☆☆☆

"ویسے نسرین! ایک بات ہے، تم ناشتہ بہت مزے کا بناتی ہو۔" خستہ کرارہ پراٹھا اور ساتھ رات کا سالن اور چائے کا مگ۔" وہ ایسی ہی سادہ مزاج تھی۔ اس لیے اسے تو بہت مزہ آ رہا تھا۔ نسرین نے منہ پہ ہاتھ رکھا اور لگی کھی کھی کرنے۔

"باجی! بڑی بی بی تو مجھے کچن میں گھسنے بھی نہ دیں۔ کہاں میرے ہاتھ کا ناشتہ کریں گی۔" وہ کمرے کی جھاڑو لگا کر جا چکی تو زویا نے عجیب سی نظروں سے مہرو کو دیکھا۔

"ناشتہ آنٹی بناتی ہیں؟" گویا اس سے تصدیق چاہی۔

"تو کون سا احسان کرتی ہیں اور ناشتہ تو دیکھو، پراٹھا اور رات کا بچا سالن نکال کر بھجوا دیا۔ اتنا نہ ہوا۔ ساتھ آملیٹ ہی بنا لیتیں، مہمان ہو چار دن کی لیکن دیکھا۔ کیسا سلوک ہو رہا ہے تمہارے ساتھ۔"

"مہرو! ان کی ہمت ہے جو اتنا بھی کر رہی ہیں اور تمہارے لیے دلیہ بھی بنوا کر بھجوایا ہے۔ اس روز سے وہی تو گھر سنبھال رہی ہیں۔" زویا کو اس کا انداز بے حد برا لگا تھا۔

"اب تم نہ نکل پڑنا ان کی چاکری کرنے۔"

لیکن زویا کو اب چین نہیں تھا۔ اسے گھر میں بھی کام کرنے کی عادت تھی، برتن اٹھا کر کچن میں رکھے۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر سبزی بنوائی اور دوپہر کا کھانا بھی اس نے ہی تیار کیا تھا۔

فرخندہ بیگم منع کرتی رہیں لیکن اس نے ان کی بھی ایک نہیں چلنے دی تھی۔

اگلے روز خود نسرین کے ساتھ مل کر ساری ڈسٹنگ کی۔ باہر صحن کے گملے پودوں سمیت خوب دھو کر پینٹ کر کے رکھے۔

مہرو کی طرح اسے الگ تھلگ رہنے کی عادت نہیں تھی۔ جب بھی مہرو اور منا سو جاتے۔ وہ اٹھ کر ان کے پاس آ جاتی تھی۔

فرخندہ بیگم کو وہ اچھی تو لگنے لگی تھی لیکن دل ڈرتا تھا کہ کہیں یہ دکھاوا ہی نہ ہو، مہرو نے بھی تھوڑی ڈھیل دے دی کہ اچھا ہی ہے اس طرح ہی سہی بڑی بی مانیں گی تو سہی۔

بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔

☆☆☆

Https://reading.caretofun.net/

آٹھ دن گزار کر وہ گھر آ گئی تھی۔ فرخندہ بیگم نے آتے ہوئے کہا تھا۔

"اب آتی جاتی رہنا۔ تم سے عجیب انسیت سی ہوگئی ہے۔" مہرو کے دل پہ یہ الفاظ برچھی کی طرح لگے تھے۔

"اونہہ! انسیت، میں جو سال بھر سے یہاں رہ رہی ہوں۔ مجھے تو کبھی نرم نگاہوں سے بھی نہیں دیکھا اور اس کے ساتھ انسیت، یہ زویا کی بچی جانے کیا گھول کر پلا گئی ہے، میرا تو جینا محال کر دے گی اب یہ۔" اور یہ سچ بھی تھا۔ بعد میں وہ ہر کام میں اسے جتاتی رہیں۔

"تمہاری بہن تم سے بالکل الگ ہے۔ اتنی سلجھی ہوئی، سگھڑ، سلیقہ مند، اگر تمہاری بہن نہ ہوتی تو میں....." باقی کی بات اندر ہی دبالی۔

حماد نے بہت دنوں کے بعد فون کیا تھا ادھر ادھر کی باتوں کے بعد بات پھر وہیں آ کر رک گئی تھی۔

"امی! اگر آپ دل سے رضامند نہ ہوئیں تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔"

بیٹے کی بات نے ان کا مان بڑھا دیا تھا اور ساری بات اس مان کی ہی تو ہوتی ہے جو ہمیں اپنے سے وابستہ رشتوں پہ ہوتا ہے۔

"میں سچ کہوں تو مجھے بالکل وہ اپنی بیٹی جیسی لگی جیسے میری کوئی سگی سہیلی ہو۔ میرے بالوں میں تیل کی مالش کرتی تھی۔ کبھی فریج سے کوئی فروٹ کاٹ کر لے آتی۔ کبھی میرے ساتھ مل کر کیاریوں میں لگی سبزیوں کی گوڈی کرتی، میرے سارے گملوں کو نیا رنگ بھی کیا اس نے اور کیا کیا بتاؤں، اتنی عادت ہوگئی مجھے ان دنوں میں اس کی کہ اب اس کے بغیر اپنا ہی گھر سونا سونا سا لگ رہا ہے۔"

فرخندہ بیگم کی باتوں میں اس کے لیے محبت ہی محبت تھی۔ ان کی کوئی بیٹی نہیں تھی اور زویا نے جیسے انہیں مان اور پیار دیا تھا۔ وہ خود کو اس سے محبت کرنے سے روک نہیں پائی تھیں۔

ایسی من موہنی صورت، سادہ اور پرخلوص وہ بھلا کیسے اس کے لیے انکار کرتیں۔

لیکن دل ڈرتا بھی تھا کہ کہیں بعد میں وہ بھی مہرو جیسی ثابت نہ ہو۔ حماد کا دل چاہ رہا تھا وہ خوشی سے ناچے گائے۔

یہ تو اسے بھی نہیں پتا تھا کہ وہ پیاری سی لڑکی دل کی بھی اتنی خوب صورت ہوگی۔

"آپ اپنے دل سے سارے خدشے نکال دیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ آپ کی سوچوں کے برعکس کبھی نہیں ہوگی۔" اور فرخندہ بیگم مان گئی تھیں۔ حماد اگلی ہی سیٹ سے واپس آ گیا تھا۔ عماد کیسے پیچھے رہتا۔ اسے بھی اپنے بیٹے کو دیکھنے کی جلدی تھی۔

سو چٹ منگنی پٹ بیاہ والا معاملہ ہی ہوا تھا۔

☆☆☆

شادی کی تاریخ طے ہوئی تو عماد نے سارے پیسے مہرو کو تھما دیے کہ جو خریداری کرنی ہے کر لو، لیکن زویا نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا۔

"جو آنٹی میرے لیے پسند کریں گی، وہی ٹھیک ہے۔"

"کیا بے وقوفی کی باتیں کر رہی ہو۔ انہیں کیا پتا آج کل فیشن میں کیا ان ہے۔" مہرو نے آنکھیں دکھائیں۔

"ان، آؤٹ جو بھی ہوگا۔ میں پہن لوں گی۔ ان کے بھی ارمان ہیں کہ وہ اپنی بہو کی شاپنگ خود کریں۔"

اور فرخندہ بیگم تو یہ بات سنتے ہی نہال ہوگئی تھیں لگتا تھا۔ کسی نے ان میں چابی بھر دی ہو۔ بڑی چاہت اور ارمانوں سے انہوں نے زویا کی بری خریدی تھی۔ مہرو جو سوچ رہی تھی۔

"دیکھتی ہوں، کیا خرید کر لاتی ہیں نک چڑھی شہزادی کے لیے بعد میں ان کپڑوں کو دیکھ کر خود ہی روئے گی۔" اور اب اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی تھی جب ایک سے بڑھ کر ایک دیدہ زیب ملبوسات اور

Https://readingpdfun.net/

زیورات میں ان کے خاندانی گلوبند اور کنگن سب کچھ زویا کو چڑھایا جارہا تھا۔

وہ تو سوچ رہی تھی کہ ایک ان چاہی بہو ساس کے متھے لگا رہی ہے لیکن یہاں تو کایا ہی پلٹ تھی۔

ہر کام اتنے چاؤ اور چاہت سے ہو رہا تھا کہ اب دن رات سوائے جلنے کڑھنے کے اسے اور کچھ سوجھ نہیں رہا تھا۔

"ایک بار یہ شادی ہو جائے، ان کے یہ چونچلے تو میں اتاروں گی۔" وہ روز کئی ارادے باندھتی اور گھنٹوں کڑھتی رہتی۔

فرخندہ بیگم جہاں دیدہ خاتون تھیں۔ ان کی سمجھ میں مہرو کی نفسیات آ چکی تھی پھر کسی پرخلوص بندے نے مشورہ دیا تھا کہ دونوں کو توڑنے کا ایک ہی حل ہے کہ چھوٹی کو زیادہ پیار اور اہمیت دو گی تو بڑی کے قدم خود ہی رک جائیں گے۔

اس لیے زویا کا پرتپاک استقبال ہوا تھا۔

سرخ عروسی لباس میں اس کا مسحور کن حسن اور حماد کی وارفتہ نگاہیں، مہرو کو تو جیسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"شاید میں نے کچھ غلط کر دیا ہے۔" اس کی خواہش پہ دونوں کا رشتہ ہوا تھا اور اب وہ خود ہی حاسدانہ نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

عماد شادی کے ایک ہفتے بعد واپس چلا گیا تھا اس کے اپنے مسئلے تھے۔ پیچھے اسٹور کا کام رکا ہوا تھا۔

انہیں دعوت پر جانا تھا۔ زویا بھاری کام والا جوڑا پہنے تیار تھی۔

"تم یہ سوٹ پہن کر جاؤ گی؟" مہرو نے دیکھتے ہی اعتراض کیا۔

"ہاں۔ آنٹی نے کہا تھا تو....."

"تم کیا کوئی بچی ہو جو ہر کام آنٹی کے کہنے پہ کرو گی۔" وہ اس کی بات کاٹ کر غصے سے بولی۔

"اب انہوں نے میرے لیے بنوائے ہیں تو ان کا دل چاہتا ہے۔ میں انہیں پہن کر دکھاؤں پھر کیا فرق پڑ جائے گا اگر چار دن ان کی مرضی سے پہن لوں گی۔ آئی ایم کمفرٹیبل۔"

حالانکہ اتنے بھاری بھرکم ملبوسات اور زیور خود پہ چڑھا کر وہ بالکل ایزی نہیں ہوتی تھی۔

لیکن ہر ساس کو یہ ارمان ہوتا ہے کہ اس کی بہو بری کا جوڑا پہنے تو چار دن پہن لینے سے کوئی حرج نہیں ہو جاتا۔ زویا کو بھی ان کے چہرے کی مسکراہٹ بھلی لگ رہی تھی جیسے وہ اس کی تیاری سے مطمئن ہوں اور بس یہی نہیں زویا ان کی ہر پسندیدہ بات کو اختیار کر رہی تھی۔

صبح وہ جلدی اٹھ کر کمرے سے باہر آ جاتی تھی نماز، قرآن ان کے ساتھ ہی پڑھتی تھی۔ مہرو آج کل خوب گھن چکر بنی ہوئی تھی۔ حمزہ کے ساتھ اسے گھر بھی دیکھنا پڑ رہا تھا۔

نہ نیند پوری ہو رہی تھی نہ کوئی کام ڈھنگ سے ہو رہا تھا۔

اس پر زویا کی سج دھج ہی الگ تھی۔ ساس کی ناز برداریاں اور حماد کی نظریں، سب اس کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔

وہ اپنا میلا حلیہ دیکھتی، حمزہ کا رونا دھونا، اور کاموں کا انبار..... عماد بھی اس بار اس سے روٹھا روٹھا سا ہی رہا تھا۔ وہ اسے بھی مکمل وقت نہیں دے پائی تھی۔

اور اب یہ نیا نویلا جوڑا اور ان کی شوخ کھنکتی ہنسی، اس کے جذبوں میں انگارے بھر جاتے تھے۔

صبح ناشتے کے دوران روتے ہوئے حمزہ کو اس نے زویا کو پکڑانا چاہا تو فرخندہ بیگم فوراً بول اٹھی تھیں۔

"لاؤ مجھے دو، زویا کو ڈھنگ سے ناشتہ بھی نہیں کرنے دے گا۔" حمزہ کو اٹھاتے ہوئے انہوں نے بڑے لاڈ سے زویا کو دیکھا تھا۔

وہ کچن میں آ کر برتن چننے لگی۔

"خود دیکھ لو، اتنا سا کام بھی ڈھنگ سے نہیں کر پاتی۔"

فرخندہ بیگم نے زویا سے کہا تو وہ خوامخواہ نظریں

Https://readingpdf.online.fun.net/

چرا گئی اور ایسا تو ہر بار ہوتا تھا۔ مہرو کی حرکتیں اسے کوفت میں مبتلا کر دیتی تھیں۔

اب بھی برتن پٹخ کر وہ سب کو یہ تاثر دے رہی تھی کہ جیسے بڑی بیزاری اور بے دلی سے وہ ناشتہ بنا رہی ہے اور زویا تو یہ کام منٹوں میں کر لیتی تھی۔

اگلے روز سے اس نے نیا حربہ ڈھونڈ لیا تھا جب بھی حماد باہر سے گھر آتا۔ وہ حمزہ کو اٹھا کر زویا کو دے آتی اور خود نہ جانے کن نادیدہ کاموں میں اس قدر مصروف ہوتی کہ دو دو گھنٹے گزر جاتے۔ اسے بچے کی پروا ہی نہیں ہوتی تھی۔

حماد کو بھی وہ بچہ بہت عزیز تھا لیکن ان دنوں اسے بس زویا عزیز تھی۔ وہ اس کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا تھا اور اگلا ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ مہرو نے اس سے کہہ دیا تھا۔

"زویا! کچھ بیٹھا بنالو اور اپنا گھر سنبھالو۔" اور اس معاملے میں وہ فرخندہ بیگم کے انکار کو بھی خاطر میں نہیں لائی تھی۔

زویا نے میٹھے میں زردہ بنایا تھا، اتنا لذیذ اور مزیدار۔ ایک ایک دانہ نکھرا ہوا، بڑے فخر سے سارے محلے میں بانٹا۔

"مہرو نے جو کھیر بنائی تھی، اسے بانٹتے ہوئے تو مجھے دانتوں پسینہ آ گیا تھا اور آج تعریفیں سمیٹ سمیٹ کر اتنی خوشی ہو رہی ہے کہ میں خود دو پلیٹیں کھا گئی ہوں۔"

زویا کی تعریف کے ساتھ اسے انعام میں ہزار روپے بھی دیے تھے۔

اور یہ سارا منظر نامہ مہرو نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

"تم یہاں کیا میری بے عزتی کروانے آئی ہو۔" اس نے زویا کو بالکونی میں جا لیا۔ مارے غصے کے چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔

"میں تمہاری بے عزتی کروا رہی ہوں یا تم ہر بات میں مجھے شرمندہ کروا رہی ہو۔" زویا کو پہلے ہی اس پہ بہت غصہ تھا۔ اس کی ساری حرکتیں کوئی ڈھکی چھپی نہیں تھیں۔

"کسی اونچی اڑان میں مت رہنا۔ ساری بڑھیا کی چال بازیاں ہیں جو ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔"

"مہرو! ذرا تمیز ہی سیکھ لو..... کیسے بات کر رہی ہو۔"

"تمہیں سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں، اب امی ہی تم سے بات کریں گی۔" وہ کہہ کر بڑبڑاتے ہوئے کمرے میں چلی آئی اور نصرت بیگم کو ایک کی دس لگائیں۔

رات کو اس کے سیل فون پر ان کی کال آ رہی تھی۔

حماد بھی پاس تھا۔ وہ جانتی تھی کیا ٹاپک ہوگا سو اس نے سیل فون ہی آف کر دیا۔ اس عجیب صورت حال پر اس کے سر میں درد ہونے لگا تھا۔

"جناب کا موڈ کیوں خراب ہے۔" وہ کب سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"نہیں تو۔" وہ بدقت مسکرائی۔

"چلو، تمہیں باہر گھمانے لے کر جاتا ہوں۔" حماد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا جیسے ابھی کھینچ کر لے جانا چاہتا ہو۔

"مجھے تیار تو ہونے دیں۔"

"بھلا اس سے زیادہ کیا تیار ہو گی۔" میرون سوٹ پہ گہری میرون لپ اسٹک میں وہ کس قدر جچ رہی تھی، یہ کوئی حماد سے پوچھتا۔

"یہ تو عام سا جوڑا ہے اور ایسے ہی لپ اسٹک لگا لی تھی۔"

"مجھے تو عام جوڑے میں بھی سب سے خاص لگ رہی ہو۔" حماد نے کہا تو وہ مسکرا پڑی۔

"لیکن لوگوں کی نظریں آپ جیسی نہیں ہوں گی۔"

"لوگوں کی نظروں کو ہم نے خود پہ لگوانا بھی نہیں۔" وہ چابی اٹھا کر نکل گیا۔ زویا کو بھی تقلید کرنا پڑی۔

Https://reading.caretofun.net/

راستے میں مہرو کھڑی تھی۔
"تم کہاں جارہی ہو۔ اچھا۔ ایک کپ چائے تو بنادو۔ سر میں اتنا درد ہورہا ہے۔"
"جاؤ تم۔ حماد باہر انتظار کررہا ہے اور تم ایک کپ چائے میرے لیے بھی بنالینا۔"
زویا کو باہر بھیج کر فرخندہ بیگم نے اگلا حکم مہرو کو دیا تھا وہ بیچ وتاب نہ کھاتی تو کیا کرتی۔

☆☆☆

چند روز گزرے تھے۔ مہرو کی طبیعت پھر سے خراب رہنے لگی تھی۔ دل خراب، متلی، چکر چیک کیا تو رپورٹ پازیٹو تھی۔
خوش ہونے کے بجائے اس نے تو نیا سیاپا ڈال دیا تھا۔
"اتنی جلدی۔ ابھی تو حمزہ سات ماہ کا ہے۔" وہ رونے بیٹھ گئی تھی۔
"یار! ایسے ناشکری نہ کرو۔ میں ہوں نا۔ تم کیوں فکر کرتی ہو۔ میں پال لوں گی اسے، بس یہ رونا دھونا بند کردو۔"
وہ مہرو کا واویلا فرحت بیگم سے چھپانا چاہ رہی تھی ورنہ خواہ مخواہ گھر کا ماحول خراب ہوتا اور اس کے بعد سے تو مہرو نے گویا ہاتھ پاؤں ہی ہلانے چھوڑ دیے تھے۔ ہر کام زویا کے سپرد کر کے وہ سارا دن پلنگ توڑتی تھی۔ سارے آرڈر وہیں سے پاس کیے جاتے۔
جب کاموں سے تھک کر کمرے میں آتی تو وہ حمزہ کو اس کی گود میں ڈال جاتی کہ "بہت تنگ کررہا ہے۔ ساری رات بھی سونے نہیں دیا اور مجھے بہت نیند آرہی ہے۔"
فرخندہ بیگم کچھ کہتیں تو شکایتوں بھرے فون اماں کو کھڑکائے جاتے تھے اور اماں اس کی خوب ہی کلاس لیتیں۔
"زویا تمہیں بہن کا خیال کرنا چاہیے۔ چھوٹا بچہ ہے اور اوپر سے حالت بھی ایسی تو کیا ہوجائے گا اگر تم ہی کام کردیا کرو اور اپنی ساس کو بھی سمجھاؤ کہ ہر وقت اس کے ہی پیچھے نہ پڑی رہا کرے، میرے بھی گھر میں بہویں ہیں۔ عیش کررہی ہیں۔ بس میری بیٹی کو ہی سکھ نہیں۔" سارا مہرو کی لگائی بجھائی کا اثر تھا جو اماں اس کی اتنی طرف داری کررہی تھیں۔
"وہ بھی عیش ہی کررہی ہے۔ آپ کو پتا نہیں کیا کچھ سنادیتی ہے۔ آپ کو اس کے مزاج کا پتا....."
"پھر بہن کی خامیاں کھنگال رہی ہو، ارے میکے اور سسرال میں فرق ہوتا ہے۔ وہاں اس کی ہر خامی پر تمہیں ہی پردہ ڈالنا ہے اور۔" زویا نے خود ہی فون بند کردیا۔
"چاہے اس کے لیے خود بری بن جاؤ۔" وہ خاموشی سے باہر سیڑھیوں پر آ کر بیٹھ گئی۔ حماد الگ اس سے خفا تھا۔ کہتا کچھ نہیں تھا لیکن اس کے انداز بتاتے تھے کہ وہ اس کی روٹین سے سخت بیزار ہورہا تھا، گنتی کے چند روز رہ گئے تھے پھر اسے چلے ہی جانا تھا اور ابھی تک تو ان کی باتیں ہی پوری نہیں ہوئی تھیں۔
اتنا کچھ تھا جو کہنا تھا، سنانا تھا اور فرصت.....
مہرو جتنا ٹف ٹائم انہیں دے سکتی، دے رہی تھی۔
"حماد! کچھ دنوں کے لیے اسے کہیں باہر لے جاؤ۔ بھلا ایسی ہوتی ہیں نئی نویلی دلہنیں ..... سونی کلائیاں بے رنگ ہاتھ اور سادہ کپڑے۔ چند ہی دنوں میں مرجھا کر رہ گئی ہے زویا۔"
فرخندہ بیگم نے خود ہی حماد کو بلا کر کہا تھا اور وہ شمالی علاقہ جات کے ٹکٹ لے آیا تھا۔
"زویا! تم میری طرف ہو یا ان کی طرف ہو۔"
وہ اپنی پیکنگ کررہی تھی جب مہرو بہت اکھڑی سی اس کے پاس آئی تھی۔
"اب کیا ہوا۔"
"تمہیں پتا بھی ہے، میری حالت کیسی ہے پھر بھی تم نے جانے کا پروگرام بنالیا۔ منع بھی تو کرسکتی تھیں۔"
"چند دنوں کی بات ہے پھر حماد کو چلے ہی جانا ہے۔ میں اس کو خفا نہیں کرسکتی۔"

Https://reading.caretofun.net/

بتا نہیں پا رہی تھی کہ اس نے بھی شکر ادا کیا تھا جو اس کی جان چھوٹ رہی تھی ورنہ تو ایسا ماحول بنا ہوا تھا کہ وہ تنگ ہی آ گئی تھی۔

"اور بہن کو خفا کر سکتی ہو۔"

"نہیں۔" اس نے کہہ کر جان چھڑائی۔

"تو پھر مت جاؤ۔"

"یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے پھر میں بھی جا رہی ہوں جب تم واپس آؤ گی تو میں بھی آ جاؤں گی۔" زویا سے پہلے ہی وہ اپنا بیگ تیار کر کے میکے چلی گئی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔ میں رکھ لوں گی اپنا خیال۔ تم لوگ جاؤ۔" فرخندہ بیگم نے بہت سی دعائیں اور تسلیاں، دلاسے دے کر رخصت کیا تھا۔

پہلی بار حماد کے دل میں مہرو کے لیے گرہ لگی تھی۔

☆☆☆

"تم بھی کبھی مہرو جیسی تو نہیں ہو جاؤ گی۔ میرا دل ڈرتا ہے کہ کسی دن تم بھی میری امی کی پروا کرنا چھوڑ دو گی یا پھر ان کے خلاف میرے کان بھرو گی۔" آخری جملہ شرارت سے بھرپور تھا۔

وہ پہلے تو خفا ہوئی پھر مسکرا دی۔

"شوہر کو گھر والوں سے الگ کرنے کے چکر میں محض آپسی تعلق ہی خراب ہوتا ہے اور کبھی کبھار ٹوٹ بھی جاتا ہے اور میں تو یہی چاہتی ہوں سب مل جل کر رہیں۔ مہرو کی عادت ہے، وہ جلد بدگمان ہو جاتی ہے۔"

"پھر تم اس کی بہن ہو۔ اب اس کی مخالفت تو نہیں کرو گی۔"

"ایسی نوبت ہی نہیں آئے گی۔" زویا نے اسے تسلی دی کہ وہ سب سنبھال لے گی۔

☆☆☆

دو ہفتے گزار کر وہ لوگ آ گئے تو مہرو بھی گھر آ گئی تھی۔ اس سے تین روز بعد حماد کی فلائیٹ تھی۔ وہ بھی چلا گیا تھا۔ کچھ روز اداسی کی نذر ہوئے فرخندہ بیگم نے اس سے کہا تھا۔

"میرے کمرے میں سو جایا کرو۔" اس نے بھی ہامی بھر لی حالانکہ آدھی رات کے بعد حماد کی کال آتی تھی اور اسے جتنی بھی نیند آئے، وہ جان نہیں چھوڑتا تھا جانے اسے کہاں سے اتنی باتیں آتی تھیں۔

اس کی آنکھیں بند ہو جاتیں اور کبھی تو فون کان سے لگا ہوتا اور وہ سو جاتی تو حماد کال ڈس کنیکٹ کر کے دوبارہ ملاتا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھتی تھی۔

دوسری جانب وہ قہقہہ لگا کر ہنستا تھا۔

"دیکھ لو، دور رہ کر بھی مجھے تمہیں جگانا آتا ہے۔"

"میں سوئی کب تھی۔" وہ صاف مکر جاتی۔

"یار! میرا بالکل دل نہیں لگ رہا۔ میں کیسے رہوں تمہارے بغیر۔" بس آج کل یہ اس کا من پسند جملہ تھا۔

"رہنا تو پڑے گا۔" وہ جان کر چھیڑتے۔

"ایویں، ایک تو اتنی مشکل سے تمہیں پایا ہے تو کیا ساری زندگی ان دوریوں، جدائیوں میں ہی کٹ جائے گی۔ کبھی نہیں۔ میں تم سے دور نہیں رہ سکتا ایک دو جگہ اپلائی کیا ہے جہاں سے بھی مثبت جواب ملا۔ میں نے آ جانا ہے۔"

"یہ کیا تم نے فوراً ہاں کر دی، میں تم سے کہنے والی تھی کہ تم میرے بیڈ روم میں سویا کرو، پتا بھی ہے حمزہ کتنا تنگ کرتا ہے۔" فرخندہ بیگم کے اٹھتے ہی مہرو نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"اب تو میں نے بول دیا ہے۔" اسے لگتا تھا وہ ان ساس، بہو کے بیچ بالکل پنڈولم بن گئی ہے۔

دونوں ایک دوسرے کی مخالفت میں اس قدر پکی تھیں کہ وہ بے چاری کرے تو کیا۔

"تو کیا ہوا۔ اب منع کر دو۔" اس کے لیے کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔

"اچھا ایک دو روز میں دیکھوں گی۔" اس نے ٹرخانا چاہا۔

"نہیں۔ تم ابھی بول کر آؤ۔" یہ اچھی زبردستی

Https://readingcafe.fun.net/

تھی۔

''جب حمزہ تنگ کرے تو تم مجھے بلا لینا۔ میں آجاؤں گی۔'' اس نے بیچ کی راہ نکالی لیکن مہرو نے گھورنا بند نہیں کیا تھا۔

☆☆☆

''بڑی آئی ساس کی چمچی، اپنی بہن کو چھوڑ کر اس کی طرف داری کرتی ہے۔'' سارا غصہ اس نے حمزہ کو تھپڑ مار کر نکالا تھا۔

زویا نے آگے بڑھ کر بچے کو اٹھالیا۔

''یہ کیا طریقہ ہے۔ اس پہ کیوں غصہ اتار رہی ہو۔''

''تم جاؤ، ان بڑی بی کے پاؤں دباؤ۔ اتنا اچھا موقع میں تمہاری وجہ سے ضائع نہیں کرسکتی۔''

''کیا ہوگیا ہے تمہیں۔ ان کے بیٹوں کی کمائی ہے جہاں چاہیں خرچ کریں۔''

''ستر ہزار کم نہیں ہوتے۔''

''بھانجی کی شادی پہ دیے ہیں۔''

''یہ تو آج میں نے دیکھ لیا ورنہ جانے کتنا لٹاتی رہی ہیں۔ پردیس میں رہ کر ایسے تو نہیں پیسہ کمالیا جاتا میں نے عماد سے کہہ دیا ہے کہ وہ پیسے میرے اکاؤنٹ میں بھجوایا کرے، اب سے گھر کا خرچ میں ہی چلاؤں گی۔''

''مہرو! یہ.....'' ابھی بات اس کے منہ میں تھی جب فرخندہ بیگم بھی آگئیں۔

''تم کون ہوتی ہو میرے گھر کے فیصلے کرنے والی۔''

''جتنا یہ گھر آپ کا ہے۔ اتنا میرا بھی ہے۔'' اسے یہ شہ عماد نے ہی دی تھی، اسے اگلے بندے کا دماغ ٹھکانے آتا تھا۔ اسے جانے کیا کچھ سنایا تھا کہ وہ سیخ پا ہوگیا تھا۔

''میں یہاں پردیس کاٹ رہا ہوں۔ بیوی بچوں سے دور، اور امی ایسے میری کمائی لٹا رہی ہیں۔''

''یہ گھر بھی میرا ہے اور عماد بھی میرا ہی بیٹا ہے۔''

''اور اب آپ کا وہ بیٹا میرا شوہر ہے۔'' اس نے استہزائیہ کہا۔

''مہرو۔'' زویا نے تنبیہی نگاہوں سے اسے دیکھا مگر۔

''دیکھ رہی ہو اس کی زبان۔'' اب کی بار مخاطب زویا تھی۔

''نہیں امی! آپ اس گھر کی بڑی ہیں۔ آپ کے ہوتے ہوئے یہ کیوں کرے گی گھر کے فیصلے جو جیسا آپ چاہیں گی۔ ویسا ہی ہوگا۔'' زویا نے انہیں کول ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی مگر دونوں ساس بہو نے آج ایک دوسرے کو سنانے میں کسر نہیں چھوڑی تھی۔

اس کی بات نہ کوئی مان رہا تھا نہ سن رہا تھا۔

وہاں باہر حماد بھی عماد سے الجھ پڑا تھا کہ تمہاری بیوی کی یہ مجال..... اور عماد کو خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ اس کی غصے میں کی بات کا مہرو اتنا بتنگڑ بنائے گی۔

اس نے مہرو سے بات کی، وہ اپنے مطالبے سے ٹس سے مس نہیں ہو رہی تھی۔ غصے میں اس نے کہہ دیا۔

''جاؤ اپنی ماں کے گھر جا کر اپنے یہ چونچلے پورے کرو۔''

اس نے بھی اٹھایا بچہ اور چلی گئی۔

وہاں جا کر جانے کیا داستان سنائی تھی کہ زویا کو بھی گھر سے فون آنے لگے تھے کہ..... ''جب اسے نکال دیا تو تم وہاں کیا کر رہی ہو تم بھی گھر آجاؤ۔''

اور وہ حیران پریشان ..... بھلا اس کا کیا قصور تھا۔ اس نے جانے سے صاف انکار کردیا تھا۔

عماد جھگڑا نبٹانے گھر آگیا۔ مہرو کو بھی لے آیا لیکن فرخندہ بیگم نے زویا سے کہہ دیا تھا۔

''کل سے میرا کھانا الگ بنانا مجھے عماد کی کمائی نہیں چاہیے۔'' عماد نے بہت منایا پھر سوچا، چند روز میں غصہ اتر جائے گا تو خود ہی مان جائیں گی۔ نئے گھر کی تعمیر شروع ہوچکی تھی۔

آدھا کام وہ کروا کر گیا تھا آدھا اب ٹھیکے پہ دے کر خود واپس چلا گیا تھا ان ہی دنوں مہرو کا دوسرا بیٹا پیدا ہوا تھا۔

Https://readingpk.fun.net/

☆☆☆

زویا نے کچن کو دو حصوں میں الگ الگ بانٹ دیا تھا۔ مہرو دیکھ کر دیر تک بڑبڑاتی رہی۔

"تم میری طرف ہو یا اس بڑھیا کی طرف۔"

"دونوں۔" اس نے مسکین صورت بنالی۔

"تو پھر آج تمہیں کسی ایک کو چننا ہوگا۔"

"میرے پاس چوائس کا اختیار ہی کہاں ہے جب حماد اپنی ماں کے ساتھ رہے گا تو میں بھی ان کے ساتھ ہی رہوں گی نا۔"

"اتنی بھی بے چاری نہیں ہو تم۔" کہہ کر وہ اس کے مزید قریب ہوئی۔

"یہی موقع ہے زویا! جب انہوں نے خود ہی کہہ دیا ہے تو تم میرے ساتھ رہو۔ کتنے دن اکیلی رہیں گی۔ خود ہی دماغ درست ہو جائے گا پھر اس گھر پہ ہماری ہی حکومت ہوگی۔"

"دفع ہو تم۔" وہ اس کے پاس سے ہی اٹھ گئی تھی۔ لیکن اگلے روز سے اس کا مزید امتحان شروع ہو چکا تھا۔

مہرو کا کبھی لہسن ختم ہو جاتا۔ کبھی چینی تو کبھی گھی، اور وہ زویا سے مانگتی تھی وہ کبھی فرخندہ بیگم کے سامنے۔

"کچھ دینے کی ضرورت نہیں۔ دکان دور نہیں ہے۔ خود جا کر لائے۔" پھر کیا تھا وہ بچے اس کے حوالے خود نکل جاتی۔

محلے میں دوستیاں بھی گانٹھ لیں۔ دس منٹ کا کہہ کر جاتی اور دو دو گھنٹے لگا کر آتی تھی۔

ہانڈی بنانے کچن میں آتی تو کسی نہ کسی بچے کا باجا اسٹارٹ ہو جاتا۔ سارا کام اس کے حوالے کر کے وہ جو غائب ہوتی تو زویا کے کچن سمیٹنے پر ہی واپس آتی تھی۔

☆☆☆

حماد کو ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھی جاب مل گئی تھی۔ زویا کے رخساروں کی سرخیاں لوٹ آئیں۔ حماد بھی لوٹ آیا تھا۔

فرخندہ بیگم آج کل اٹھے بیٹھتے بس ایک ہی دعا کرتی تھیں کہ اللہ زویا کی گود بھی بھر دے۔

مہرو سوچ کر استہزائیہ ہنستی۔

"اگر زویا کے بچے ہو گئے تو میرے بچے کون سنبھالے گا۔ اس لیے ابھی دو چار سال تو نہیں ہونے دوں گی۔"

حماد جب بھی باہر سے آتا۔ شام کی چائے مہرو بناتی تھی۔ بس یہ ایک کام تھا جو وہ بڑی مستعدی اور جانفشانی سے کرتی تھی۔

☆☆☆

وہ دونوں باہر صحن میں بیٹھے تھے۔ حمزہ اور ولی اس کے پاس ہی کھیل رہے تھے۔ حماد پانی لینے کچن میں گیا تھا اور دروازے سے پلٹ کر ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔ کچھ تھا جس نے اسے چونکا دیا تھا۔

اور کھٹک تو وہ بہت دنوں سے رہا تھا لیکن آج وہ جان بوجھ کر اس کے تعاقب میں آیا تھا۔ بعد میں اس نے وہ گولی نکالی۔

تو اس کے سامنے زمین و آسمان گھوم گئے۔

وہ زویا کو مانع حمل گولیاں دیتی تھی۔ وہ روز حیران ہوتا تھا کہ مہرو جو سارا دن بہانے بہانے سے اپنے کام زویا کے نام لگاتی رہتی تھی۔ شام کی چائے میں اس قدر اہتمام کیوں کرتی تھی۔

اس کے بعد گھر میں ایسا طوفان اٹھا تھا کہ اتنے قریبی رشتے ایک دوسرے سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہے تھے۔

زویا نے تو اس کی سمت اب دیکھنا بھی چھوڑ دیا تھا۔

عماد کا باہر کسی سے جھگڑا ہوا تھا۔ لڑائی اس قدر بڑھی کہ پولیس تھانے کی نوبت آ گئی۔ وہ سب چھوڑ چھاڑ محض اپنی جان بچا کر آیا تھا اور آ کے یہ تماشا اس کا منتظر تھا۔

اس نے مہرو کو ایک بار پھر گھر سے نکال دیا تھا۔

اس عورت کی باتوں میں آ کر اس نے ماں کو ناراض کیا تھا۔ بھائی سے جھگڑا کیا اور آج دیوالیہ ہو کر گھر بیٹھا تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا۔

"جو اپنی بہن کی سگی نہ بنی، وہ میری کیا بنے گی۔"

☆☆☆

اور مہرو کو یقین تھا۔ زویا اسے اس گھر سے

Https://readingpakistanifun.net/

جانے نہیں دے گی اور پھر اب وہی تھی جو اس کا گھر بچا سکتی تھی۔ اسے ڈھونڈتے ہوئے وہ اوپر چھت پہ آگئی تھی۔ زویا نے اسے دیکھ کر منہ پھیر لیا تھا۔

"پلیز زویا! مجھے معاف کر دو، جب سے تم ناراض ہو، مجھے ایک پل بھی سکون نہیں ملا۔"

"سکون انسان کی نیت میں ہوتا ہے اگر ہم صرف اپنی نیت شفاف کرلیں تو کوئی بات کبھی ہمیں بے چین نہ کرے۔"

"میری اور آنٹی فرخندہ کی نیت ایک دوسرے کے لیے شفاف تھی۔ انہوں نے بیٹی کہا تو میں نے بھی ماں ہی سمجھا۔ انہوں نے مجھ سے پیار کیا تو میں نے بھی ہمیشہ ان کا مان رکھا۔ کبھی جو انہوں نے ڈانٹ دیا تو میں نے مسکرا کر ٹال دیا بس اتنی سی بات نے میری زندگی کو پرسکون بنا دیا۔ اور تم سب پانے کی چاہ میں آج خالی ہاتھ بیٹھی ہو۔

تم مجھے اس گھر میں بیاہ کر لائیں تو اپنے مطلب، اپنے مفاد کے لیے، مجھے اپنے ساتھ ملا کر تم فرخندہ آنٹی کو نیچا دکھانا چاہتی تھیں۔

جس کے لیے تم نے اتنی سازشیں کیں کہ تمہارا دماغ ہر وقت نیگیٹو ہی رہا اور منفی چیزیں، منفی سوچ، منفی جذبات انسان کو کبھی پرسکون نہیں ہونے دیتے۔

پھر تمہارے دماغ کو اس بات نے پریشان کیا کہ ساری کمائی تو تمہارے میاں کی خرچ ہو رہی ہے تو تم نے الگ ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ آج دیکھو، الگ ہونے کا کیا فائدہ ہوا۔

رشتے دکھ سکھ میں ساتھ نبھانے کے لیے ہوتے ہیں۔ منفی جذبات اور انتقام کی بھینٹ چڑھانے کے لیے نہیں۔ میں نے تمہارے بچوں کو راتوں کو جاگ کر سنبھالا اور تم مجھے مانع حمل گولیاں دیتی رہیں۔"

"زویا۔" مہرو نے بے چین ہو کر اسے دیکھا۔

"میں مانتی ہوں۔ میری غلطی تھی، میں آنٹی سے بھی معافی مانگ لوں گی ہم۔ سب اس گھر میں مل کر رہیں گے۔"

"کون سا گھر؟" پہلی بار وہ استہزائیہ ہنسی۔

"وہ نیا گھر عماد بھائی نے فروخت کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ انہیں اپنے کاروبار کے لیے رقم چاہیے۔

اور حماد کو کمپنی کی طرف سے فرنشڈ گھر مل چکا ہے ہم سب وہیں شفٹ ہو رہے ہیں اور رہا یہ گھر تو یہ تمہیں ہی مبارک ہو، وہ بھی اگر تمہیں ملا تو۔"

"زویا۔" مہرو نے پکارا لیکن وہ وہاں سے اٹھ آئی تھی۔

عماد تو اس کی سمت دیکھنے کا بھی روادار نہیں تھا۔

"بزرگوں کا وجود گھر میں باعث برکت ہوتا ہے شاید تمہیں جو مل رہا تھا۔ وہ میری ماں کے نصیب اور دعاؤں سے تھا اور میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ مجھے انتخاب کے دوراہے پر لا کر کھڑا کیا گیا تو میں اپنی ماں کو نہیں چھوڑوں گا۔" یہ عماد کے الفاظ تھے۔

وہ بچوں کو لے کر میکے آ گئی تھی۔ یہاں بھی کوئی سیدھے منہ اس سے بات نہیں کر رہا تھا۔ بھاوجیں تو پہلے ہی اس سے تنگ تھیں۔ ایک ماں کا وجود تھا تو اس بار اس نے بھی چپ سادھ لی تھی۔

وہ اکیلی ہی روتی تڑپتی رہی۔

دو مہینے گزر گئے تھے اور اسے کوئی لینے نہیں آیا تھا۔ زویا میکے نہیں آئی تھی تو نصرت بیگم ایک دن خود ہی چلی آئی تھیں۔

زویا کے سامنے ہاتھ جوڑے کہ تم معاف کر دو تو سب معاف کر دیں گے۔ وہ ماں کے ہاتھ تھام کر رو پڑی۔

"آپ کو آج بھی اس کا ہی دکھ نظر آتا ہے۔"

"معاف کرنے کا بڑا اجر ہے زویا! کیا پتا تمہاری یہی نیکی تمہارے آنگن میں پھول کھلا دے۔" وہ خاموش رہی۔ دل تو نہیں مان رہا تھا لیکن اس نے ہی عماد بھائی کی منت کی تھی۔

اور وہ جا کر اسے گھر واپس لے آئے تھے اور مہرو کی نگاہیں مزید جھک گئی تھیں۔ کیا کچھ کھو دیا تھا اس کے مان، اعتبار، رشتے۔

رشتوں کی قدر اور اہمیت اسے بڑی دیر سے سمجھ میں آئی تھی۔ شاید وہ بھی اپنی نیت کو شفاف کرلے تو سب ایک بار پھر سے پہلے جیسا ہو جائے۔

☆

digest Novels Lovers group

Https://reading.eaedufun.net/